جلد 18 شمارہ 5 ماہ مئی 2016ء شعبان 1437ھ

واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا

صداقت

اللہ

محبت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈار رحمۃ اللہ علیہ
بانی مجلّہ فلاحِ آدمیت

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411035 / 055-3411030
ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ 30/- روپے ✿ ✿ ✿ سالانہ فنڈ 300/- روپے

اس شمارے میں

نقوشِ مہر و وفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

(مرتب: سید رحمت اللہ شاہ)

(گزشتہ سے پیوستہ)

.... حضرت عمر فاروقؓ جس کو گورنر بناتے اس کے لئے چار شرائط ہیں جو کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ 'الفاروق' میں بھی لکھا ہے کہ جس کو گورنر بناتے، اس سے چار شرائط پر دستخط کراتے تھے۔ ایک یہ کہ تم اپنی رہائش گاہ پر پہرہ نہیں بٹھاؤ گے، یہ Open ہوگی۔ خادمِ قوم بن کے جانا ہے تو خادم ہی رہنا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ جس کی Selection ہو جائے وہ گھر ڈال کر بیٹھ جائے کہ چلو جی ہم تو ادھر آ گئے۔ تم خادم بن کے جا رہے ہو وہاں یہ پہرہ تمہاری کوٹھی پر نہیں ہوگا۔ چوبیس گھنٹے سروس ہوگی کہ جس کی مرضی ہو، اپنی شکایات لے کر آئے۔ دوسرا یہ کہ تُرکی گھوڑے پر سواری نہیں کرو گے۔ ساری دنیا بیٹھے گی مگر آپ نہیں بیٹھ سکتے۔ وہ (تُرکی گھوڑے) ایسے ہی تھے جیسے آج یہ Pajero وغیرہ ہیں۔ ساری دنیا بیٹھے مگر گورنر نہیں بیٹھ سکتا۔ (تیسری شرط یہ کہ) باریک کپڑے نہیں پہنے۔ (چوتھی شرط یہ کہ) چھانا ہوا آٹا نہیں کھانا۔

اب ذرا گورنری کی شرائط دیکھیں۔ چھانا ہوا آٹا بھی نہیں کھانا۔ دربار نہیں ہوگا۔ کھلی کچہری ہوگی، جس کا دل کرے۔ وہ آئے۔ یعنی وہ اس انداز کے بادشاہ تھے۔ اپنے گھر، مکہ میں سب کو بلا لیتے تھے۔ عوام بھی آتے تھے اور گورنر بھی، فلاں شہر والے آجاؤ، فلاں شہر والے آجاؤ۔ گورنر کے خلاف کوئی بات چیت ہو تو بتاؤ۔ وہاں گھر پر گورنر کے خلاف شکایتیں ہوتی تھیں۔

ایک گورنر کے خلاف شکایت ہوئی کہ یہ (گورنر) صبح دیر سے باہر ڈیوٹی پر آتے ہیں۔ یہ (گورنر) گھر سے دیر سے نکلتے ہیں۔ رات کو اگر کوئی بلائے تو اس وقت بھی باہر نہیں آتے۔

دوسرا یہ کہ ان کو دورہ پڑتا ہے۔ بڑی سنجیدہ بات تھی۔ انہیں (گورنر کو) بلا لیا گیا کہ آجاؤ۔ وہ (گورنر) واپس آئے تو وہاں سے سیدھے خلیفۃ المسلمین، امیر المؤمنین (حضرت عمرؓ) کے گھر گئے کہ السلام علیکم! میں آگیا ہوں۔ ایک ڈنڈا ہے اور ساتھ ایک مشکیزہ ہے جو لٹکایا ہوا ہے اور سلام کیا کہ میں آگیا ہوں۔ (حضرت عمرؓ نے) پوچھا کہ یہی سامان ہے؟ (ان گورنر نے کہا کہ) جی یہی سامان ہے۔ گورنری سے آئے ہیں اور ان کا سامان یہی ہے۔ ڈنڈا اور مشکیزہ۔ (حضرت عمرؓ نے) انہیں کہا کہ تمہاری شکایت ملی ہے۔ ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ واقعی ایسا ہی ہے۔ ہاں جی بالکل ٹھیک ہے۔

پوچھا گیا کہ کیوں باہر دیر سے آتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ امیر المؤمنین! میں اور میری بیوی دو ہیں۔ ہم دونوں مل کر کام کرتے ہیں۔ وہ آٹا گوندھتی ہے اور میں مل کر روٹیاں پکوا لیتا ہوں، اس میں کچھ دیر ہو جاتی ہے اور میں دیر سے باہر نکلتا ہوں۔ (امیر المؤمنینؓ نے) رات کا کہا کہ کوئی بلائے تو آپ باہر نہیں آتے؟ فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! سارا دن عوام کی خدمت میں گزر جاتا ہے، میں خیال کرتا ہوں کہ میں اللہ کے حقوق ادا نہیں کر رہا۔ میں پھر رات کو ٹائم ادھر دیتا ہوں۔ اس (اللہ) کو رکوع اور سجدہ کرتا ہوں۔ انہوں نے (گورنر نے) ہفتہ میں ایک دن باہر نہ آنے کا کہا کہ میرے پاس یہ ایک ہی سوٹ ہے، اسے دھوتا ہوں، سکھاتا ہوں، پہنتا ہوں، اور باہر آتا ہوں۔ (امیر المؤمنین نے) فرمایا کہ تمہیں مرگی ہے؟ کہتے ہیں کہ گر پڑتا ہے، دورہ پڑتا ہے۔ (گورنر) فرمانے لگے کہ دورہ نہیں پڑتا۔ کفر کا زمانہ تھا۔ کفار ایک صحابی رسول ﷺ، حضرت خبیبؓ کے بارے میں کہا کہ انہیں گرفتار کر کے مارنے کیلئے پھانسی پر لائے۔ میں وہاں دیکھ رہا تھا۔ (گورنر) کہنے لگے کہ انہیں (صحابیٔ رسول ﷺ کو) باندھ دیا اور مارنے لگے تو انہوں نے (کفار نے) کہا کہ اب تو تمہارا دل کرتا ہو گا کہ نبی حضرت محمد ﷺ یہاں ہوتے اور تیری جان آزاد ہو جاتی؟ انہوں نے (صحابی رسول ﷺ نے) کہا کہ لَاحَولَ وَلَا قُوَّۃَ. میں تو یہ بھی

پسند نہیں کرتا کہ میرے رسول اللہ ﷺ کو ایک کانٹا بھی چبھے۔ کفار نے کہا کہ اور پھر تیری خواہش کیا ہے؟ (صحابی رسول ﷺ نے) فرمایا کہ "دو رکعت نماز پڑھنے کی"۔ انہوں نے (کفار نے) کہا کہ پڑھ لو۔ دو رکعت نماز پڑھی۔ جلدی جلدی پڑھ لی تو انہوں نے (کفار نے) کہا کہ اتنی جلدی آ گئے؟ انہوں نے (صحابی رسول ﷺ نے) کہا کہ میں جلدی آ گیا کہ کہیں تم یہ نہ سمجھو کہ موت کے ڈر سے لمبی نیت کر لی ہے۔ مختصر پڑھی ہے اور بڑا مزہ آیا ہے۔ انہوں نے سلام اور پیغام بھی بھیجا ہوا کو کہ میرا پیغام رسول اللہ ﷺ کو پہنچا دینا۔ ہوا نے پہنچا دیا پیغام۔ انہیں بڑی تکلیف دے دے کر مارا۔ گورنر کہتے ہیں کہ میں بھی ان (کفار) میں تھا۔ مجھے جب یہ منظر یاد آتا ہے تو میرا دل ماؤف ہو جاتا ہے۔ مجھے وہ بات یاد آتی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابیؓ کو مارا۔

اس زمانے میں بتیس ہزار (۳۲۰۰۰) دینار گورنر کو دیے جاتے تھے۔ انہیں Heavy pay کیا جاتا تھا۔ ان کا حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کیا کرتے ہو؟ فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! میں نے ان کا کیا کرنا ہے۔ میں وہ غریبوں، ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ ایسے گزارا ہو جاتا ہے۔ انہوں نے (حضرت عمرؓ نے) کہا کہ چلو جاؤ وہاں واپس جاؤ۔ انہوں نے (گورنر نے) کہا کہ مجھے معاف ہی کر دیں، میں آ ہی گیا ہوں، لوگوں نے شکایتیں کی ہیں، آپ مجھے وہاں نہ بھیجیں۔ مگر انہوں نے (حضرت عمرؓ نے) فرمایا کہ نہیں تمہیں ہی بھیجنا ہے۔ ایسے بندوں کی ضرورت تھی۔ کہاں ملتے تھے ایسے بندے۔ تمہیں ہی بھیجنا ہے۔ وہ ایسے لوگ تھے جنہیں دنیا کی حکمرانی سے کوئی خاص غرض نہیں تھی۔

حضرت عمرؓ کو جب کسی گورنر کی ضرورت ہوتی تھی تو وہ اصحاب صفہ سے لوگوں کو دیکھتے تھے۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھتے تھے۔ ان میں سے کسی کو گورنر لگانے کی بات کرتے تو وہ اس پر راضی ہوتے تھے کہ میں نہ جاؤں، کوئی اور چلا جائے۔ حضرت عمرؓ کہاں مانتے تھے، انہیں کہتے کہ تمہیں میں سے کسی کو بھیجنا ہے۔ تمہیں ضرورت نہیں ہے اور مجھے بھی ایسا ہی بندہ چاہیے

گورنر بنانے کیلئے جسے ضرورت نہ ہو۔حکم بھی ہے اسلام میں کہ جو عہدے کا خواہشمند ہو، اسے کبھی عہدہ نہیں دینا۔یہاں تو بڑے بڑے اشتہار چھپوا کے خود کو پیش کیا جاتا ہے کہ میں خادم بننا چاہتا ہوں۔حضرت عمرؓ اسی کو بھیجتے جو عہدے کا خواہشمند نہ ہو۔جن کو خواہش نہیں ہے وہی اچھے ہیں گورنر اور خادم بننے کیلئے۔

مسلمانوں کا ایک کمانڈر یا سب کمانڈر تھا، وہ جنگ میں کفار کے قابو آ گیا۔کفار کو پتا چلا کہ یہ اپنے قبیلے کا امیر ہے۔اس (امیر) سے بادشاہ نے کہا کہ تم ہمارے ساتھ مل جاؤ تو میں تمہیں بادشاہی میں حصہ دے دوں گا، بیٹی کا رشتہ بھی دے دوں گا۔بڑا لالچ دیا۔انہوں نے کہا کہ مجھے بادشاہی نہیں چاہیے اور نہ ہی مجھے رشتہ چاہیے۔جب یہ نہ مانے تو انہوں نے کہا کہ سزا دو ان ساروں کو۔ان (مسلمانوں کے کمانڈر یا سب کمانڈر) کے ساتھ کچھ مسلمان بھی تھے۔وہ دوسروں کو سزا کیلئے لائے۔بادشاہ نے کہا کہ اس کو بھی لاؤ جو ان (مسلمانوں) کا کمانڈر ہے۔وہ مسلمانوں کا کمانڈر تھا۔وہاں اس بادشاہ کے پاس جا کے وہ کمانڈر رونے لگ پڑا۔آنسو نکل آئے۔بادشاہ نے کہا کہ شاید یہ اب نرم پڑ گیا ہے تو پھر پوچھ لیا کہ ٹھیک ہیں میری شرائط؟ اس (کمانڈر) نے کہا کہ نہیں بالکل نہیں۔پوچھا کہ پھر رو کیوں رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ رو اس لئے نہیں رہا تھا کہ میری جان جا رہی ہے بلکہ میں اس لئے رو رہا تھا کہ اللہ میری ایک ہی جان ہے جسے میں تیرے راستے پر فدا کر رہا ہوں، میری سینکڑوں جانیں ہوتیں تو میں ہر جان کو تیری راہ میں قربان کر دیتا۔میری ایک ہی جان ہے، تیری دی ہوئی ہے، اسے تیرے راستے میں فدا کر رہا ہوں، میری سینکڑوں جانیں ہوتیں اور ایسے تیری راہ میں فدا کرتا۔وہ صحابیؓ تو نہیں ڈولے مگر کافر ذرا ہل گیا اور کہا کہ یہی سچا ہے۔اس کا ہی دین سچا ہے۔یہ سچے ہیں۔اس (بادشاہ) نے کہا کہ میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں۔آؤ، میری پیشانی کو تم ایک بوسہ دے دو۔وہ بادشاہ جان گیا کہ وہ اللہ کا نبی ﷺ کتنا عالی شان ہے اور یہ ان کا صحابی ہے۔اس نے کہا کہ آ میری پیشانی پہ بوسہ دے

دے، میں تجھے چھوڑ دیتا ہوں۔ میں تیرے ساتھیوں کو بھی چھوڑ دیتا ہوں۔انہوں نے اس بادشاہ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اس نے ان سب کو چھوڑ دیا۔وہ چلے گئے۔

حضرت عمرؓ کا دور تھا۔انہوں نے بتایا کہ ہم فلاں جگہ قید ہوئے تھے اور سارا واقعہ سنایا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ سب صحابی کھڑے ہو جاؤ۔اب ہم ان کی پیشانی پہ بوسہ دیں گے۔ان کی بزرگی سے ایک کافر نے اسلام کی سچائی کو اور اس کی عظمت کو مان لیا۔یہ وہ لوگ تھے کہ جن سے مل کے کافر بھی ڈول گئے کہ میری پیشانی پہ بوسہ دے دو کہ شاید اس سے میری بخشش کا سماں ہو جائے۔ان کے ساتھ ہمارا کیا موازنہ ہے؟ یہ مارنے اور مر جانے والی بات ۔۔۔حضورﷺ کا طریقہ یہ نہیں تھا۔جتنی بھی جنگیں ہوئیں رسول اللہﷺ کے دور میں ان میں کل ۷۵۸ ہیں۔ دونوں طرف یعنی شہداء اور کفار جو مرے تھے۔شاید ان سے زیادہ نہیں ہیں۔اب تو مارنے اور مرنے والی باتیں ہوتی ہیں۔پہلی جنگ عظیم میں کتنے لوگ مر گئے۔دوسری جنگ عظیم میں بھی کروڑوں مر گئے۔اب بھی جنگ ہوئی تو معلوم نہیں کہ کیا ہوگا۔اُس دور میں ۷۵۸ میں بھی تین سو کچھ مسلمان تھے۔چار سو سے اوپر مرنے والے کفار تھے۔یہ ٹوٹل لوگ تھے۔اس طریقے سے اس دور میں جنگ لڑی گئی تھی۔مارنا مقصود نہیں تھا۔

اسلام تو ان کی اصلاح کرنا چاہتا ہے کہ بندہ اللہ کے راستے پر آجائے۔زندگی کے مقصد کا اس میں شعور پیدا ہو جائے کہ میں کس لئے پیدا کیا گیا ہوں؟ یہاں کیوں بھیجا گیا ہوں؟ مجھے کیا کرنا ہے؟ وہ (انسان) سمجھ جائے۔اس کی اصلاح ہو جائے اور وہ جنت میں جائے۔وہ (اسلام) اس کو بتاتا ہے۔رسول اللہﷺ نے کبھی کسی کافر کو بددعا نہیں دی۔پتھر مارنے والے کو پتھر نہیں مارا۔گالیاں دینے والے کو گالیاں نہیں دیں۔کبھی ان کو بددعا نہیں دی۔ہمیشہ یہی کہا یا اللہ۔ اِھدِی قَومِی اَنَّھُم لَا یَعلَمُونَ. یہ جانتے نہیں ہیں۔ان کو پتا نہیں ہے زندگی کا کیا مقصد ہے؟ انسانوں کو گالی کبھی نہیں دی کہ یہ بہت قیمتی شے ہے۔اشرف المخلوقات اللہ نے ان کو

بنایا ہے۔اس (اللہ) نے نائب بنایا ہے۔انسان نے بندہ بننا ہے اللہ کا۔اس کا تابع فرمان بننا ہے۔ انسان کو جب اللہ نے بنایا تو اس پر اعتراض کیا گیا مگر اللہ نے کہا کہ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔اس وقت، شیطان کا بھی ہے کہ اس نے کہا فرشتوں سے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ میں تمہارے مشورے میں شامل نہیں ہوسکتا۔ ہے وہ شیطان۔اس نے بندے کی تعظیم نہیں کی، اس کو نہیں مانا۔اس لئے ابلیس ٹھہرا۔جو سمجھ جائے گا وہ تعظیم کرے گا۔وہ فرشتے سمجھ گئے، انہوں نے تعظیم کی۔رسول ﷺ نے کبھی کفار کا برا نہیں منایا۔انہوں نے جھٹلایا، کوڑا پھینکا، اور پتھر پھینکے۔ نہ ہی اس وقت برا منایا جب طائف میں ظالموں نے سنگ باری کی۔خون بہہ کر رسول اللہ ﷺ کے جوتوں میں جا پہنچا۔بے ہوش بھی ہوگئے۔حضرت جبرائیلؑ آئے۔اپنے ساتھ ایک فرشتہ بھی لائے۔آ کر سلام کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ سلام کہہ رہے ہیں آپ ﷺ کو۔اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ میں دیکھ رہا ہوں یہ سب کچھ۔یہ میرے ساتھ پہاڑوں کا فرشتہ ہے۔اس نے سلام کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں۔اگر آپ ﷺ حکم کریں تو میں ان کو ان دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔مجھے اللہ نے رحمت للعالمین بنا کر بھیجا ہے میں تو ایسا نہیں کہہ سکتا۔اگر یہ نہیں تو ان کی پشت سے ایسے مسلمان پیدا ہوں گے جو اللہ کا جھنڈا لے کر دنیا میں جائیں گے۔ان کو ہدایت مل جائے۔اللہ ان کو ہدایت دے دے تو یہ میرے رضا کار بن جائیں۔ان کو پتا نہیں ہے کہ سب سے زیادہ میں ان سے محبت کرتا ہوں۔سب سے زیادہ ان کی خوشحالی کا میں خواہشمند ہوں۔ان کو پتا نہیں ہے۔میں تو رحمۃ اللعالمین ہوں۔ان کو پتا نہیں ہے، اس واسطے یہ ایسا کرتے ہیں۔اللہ مارنے کی بجائے انہیں ہدایت دے دے۔یہ سمجھ جائیں اس بات کو۔

یہ کیا؟ مارنا اور یہ۔۔۔وہ۔۔۔(آپ ﷺ نے) ایسا کیا۔ٹکر لگا کے مارنا یہ وہ شہادت کا حکم نہیں ہے کہ اس (اللہ) کی راہ میں لڑو اور مر جاؤ۔شہید ہو جاؤ گے۔یہ شہادت نہیں ہے۔

شہادت تو اللہ نے وہ فرمائی ہے۔

﴿لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُم وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ.﴾

اللہ کا رسول ﷺ تم پر گواہی دے گا اور تم پوری کائنات پہ گواہی دو گے۔ ان دوسری قوموں پہ، اپنے کردار سے، اپنے اعمال سے، اپنی آواز سے، اپنی زندگی سے۔ کتنا پیسہ ہے۔ اپنا گھر پکا بنوا سکتا ہے۔ یہ عیاشی تو نہیں کرتا۔ اسلام کا Concept اس دنیا کا کچھ اور ہے۔ وہ لوگ آخرت پہ یقین رکھتے تھے۔ یہ بھی آخرت پہ یقین رکھتے ہیں۔ اُن کے وزیرِ اعظم نے چھوٹا سا مکان بنوایا تھا کسی نے کہا کہ چھوٹا سا مکان بنوایا ہے تو کہتے ہیں کہ چھوڑ کر جانے کیلئے یہی کافی ہے۔ جس نے چھوڑ کر ہی جانا ہے اس کیلئے یہ چھوٹا سا مکان ہی بہت ہے۔ جب ان کا Concept ہی یہ ہے کہ سب کچھ ادھر ہی رہ جانا ہے تو انہیں کیا ضرورت ہے اسے Decorate کرنے کی۔ دولت سمیٹنے کی انہیں فکر نہیں تھی۔ وہ پیسہ غریبوں میں بانٹ دیتے تھے کہ یہ حساب دولت کا آپ دیں گے۔ ان کا Concept علیحدہ ہے دنیا کا۔ انہوں نے جنگ بھی لڑی تو ایسے نہیں لڑی کہ قتل و غارت کرو۔ یہ کردو، وہ کردو۔ کفار نے حملہ کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مکہ سے نکالا۔ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ یا اللہ مجھے یہ مکہ بڑا پیارا ہے۔ ہمیں ایک چھوٹے سے گاؤں سے نکلنا پڑے تو یہ دل کو کاٹ دیتا ہے۔ کیسی کیفیت ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یا اللہ مجھے یہ مکہ بڑا پیارا ہے مگر یہ مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔ مدینہ ہجرت کر گئے۔ وہاں بھی چین سے نہیں بیٹھنے دیا۔ بدر کا حملہ انہوں نے کیا، کفار نے۔ احد کا حملہ انہوں نے کیا۔ اللہ کی فتح و نصرت علیحدہ بات ہے کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ فتح و نصرت اس نے دی مگر وہ حملہ انہوں نے (کفار نے) کیا۔ احد کا بھی حملہ انہوں نے کیا۔ پھر بھی چین نہیں آیا تو جنگِ احزاب کیلئے آئے، وہ سارے قبائل اکٹھے کر کے لے آئے کہ ختم ہی کردو یہ معاملہ سارا۔ لیکن آپ ﷺ بڑھا رہے تھے تعداد کو۔ جنگ بدر میں ۳۱۳ تھے، جنگ احد میں سات آٹھ سو تھے۔ صلح حدیبیہ کے وقت

۱۴۰۰ تھے۔ مسلمان بڑھنا چاہتے تھے۔ ۱۴۰۰ تھے، جنگ نہیں لڑی۔ صلح حدیبیہ لکھ دیا گیا معاہدہ۔ صحابہ کرام جو ٹکڑے ٹکڑے تھے، شاہین قسم کے تھے، وہ کہنے لگے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول اور سچے ہیں، ہمیں یہ صلح نہیں کرنی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے معاہدہ کرلیا۔ اللہ نے اسے فتح مبین بنایا کہ یہ جو معاہدہ ہے، یہ فتح کا معاہدہ ہے۔ اس کے بعد طاقت بنی مسلمانوں کی۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا کہ اب یہ آخری بار ہے ان کی۔ اب کے بعد دوبارہ نہیں آئیں گے۔ اس کے پیچھے اللہ کی وعید تھی۔ مسلمان دس ہزار ہو گئے۔ آپ ﷺ نے یہ طاقت اکٹھی کی اور مکہ کا رخ نہیں کیا بلکہ دوسری طرف گئے تا کہ پتا نہ چلے مکہ والوں کو اور پیچھے مدینہ والوں کو کہ حملہ ہو رہا ہے۔ وہاں پہنچ گئے، مکہ کا گھیرا کرلیا۔ سارے مکہ کے گرد پہاڑیوں پہ ہر بندہ علیحدہ علیحدہ بیٹھتا ہے۔ وہ سارے اکٹھے بھی بیٹھ سکتے تھے۔ پانچ، دس بندے مگر کہا کہ نہیں علیحدہ علیحدہ جاؤ۔ صبح ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ یہ کیا ہو گیا۔ اتنی فوجیں آگئی ہیں۔ اتنے کیمپ لگ گئے ہیں۔

آپ ﷺ نے اتنی طاقت اکٹھی کرلی کہ دشمن لڑنے کی جرأت نہ کرسکیں، سرنڈر کر جائیں۔ اعلان کر دیا آپ ﷺ نے کہ جو خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے، اس کو امان ہے۔ جو ابو لہب کے گھر میں داخل ہو جائے، اس کو امان ہے۔ جو اپنے کمرے میں بند ہو جائے، اسے گھر میں بھی امان ہے۔ جو تلوار لے کر سامنے آئے گا، اس سے مقابلہ ہوگا۔ سب نے پناہ لی، وہاں جنگ کی نوبت ہی نہیں آئی۔ مارنا اسلام کا مقصود نہیں ہے۔ طائف میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا تو ان کی پشت سے ہندوستان میں محمد بن قاسم اسلام کی دعوت لے کر آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ انہیں میں سے اللہ کے دین کے علمبردار اٹھیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں اس لئے نہیں آیا، مجھے اللہ نے رحمت بنا کر بھیجا ہے، اللہ ان کو ہدایت دے۔ وہاں مکہ میں سب سرنڈر ہو گئے۔ سارے کفار خانہ کعبہ بیت اللہ مسجد الحرام میں کھڑے تھے۔ انہیں پتا تھا کہ ہم نے کیا کیا ہے ان کے ساتھ۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تمہیں پتا ہے کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے؟

وہ (کفار) بھی مزاج شناس تھے، کہنے لگے کہ ہمیں پتا ہے کہ آپ نیک باپ کے بیٹے ہیں، سلوک اچھا ہی ہوگا، برا نہیں ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ میں بھی وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔ یوسفؑ کے بھائیوں نے بھی کیا نہیں کیا تھا۔ انہیں یوسفؑ نے کہا تھا کہ لَا تَثْرِیبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ۔(سورۃ یوسف ۱۲۔آیت ۹۲) ''آج تم سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہے۔'' جاؤ معاف کیا۔ معاف کر دیا۔ نام نہیں لیا۔ آپ قرآن پڑھیں، بڑی عجیب عجیب باتیں لکھی ہیں۔ یوسفؑ نے یہ کہا کہ جب شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں لڑائی کرا دی۔ واضح کیا کہ یہ شیطان کا کام ہے، بھائیوں کا نہیں ہے کہ مجھے وہ کنویں میں ڈالتے۔ قرآن نے یہ کہہ دیا کہ ایک ہی تمہارا دشمن ہے، وہ شیطان ہے۔ وہ لڑائیاں کراتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تم لڑو۔ انہوں نے (حضور ﷺ نے) یہ نہیں کہا کہ تم نے مجھ پر ظلم کیا بلکہ کہا کہ کوئی تم سے پوچھ گچھ نہیں ہے، جاؤ وہ بھی ان (یوسفؑ) کے بھائی تھے، تم بھی میرے بھائی ہو۔ آج مجھے اللہ نے تم پر نصرت دی ہے تو میں نے معاف کر دیا۔ خود آپ ﷺ وہاں بیٹھ گئے۔ لوگ آتے گئے اور بیعت ہوتے گئے۔ مجبوری ہو چاہے جو مرضی ہو۔ جب دیکھ لیا کہ اب کچھ نہیں بنتا تو مسلمان ہوئے، فتح مکہ کے بعد آئے، مسلمان ہوئے۔ یہ ان کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے جو فتح مکہ سے پہلے تھے۔ اُن کا مقام اور ہے۔ بحر حال جو بھی ہو وہ اسلام تو لے آئے، صحابی تو بن گئے۔ صحابہ کے درجے کو عام مسلمان نہیں پہنچ سکتا۔ وہ (سب مسلمان) لڑائیاں لڑنے کیلئے نہیں آئے۔ اللہ کی راہ میں جتنے بھی قتل تھے وہاں تلوار اٹھا کے کلمہ پڑھانے والی بات نہیں ہے۔ کلمہ انسان اپنی مرضی سے پڑھے گا۔ آپ ﷺ بیٹھ گئے، وہاں کسی کو بھی نہیں کہا۔ مکہ والوں کو بھی نہیں کہا۔ ان کو چھٹی اس بات کی نہیں دی کہ کلمہ پڑھو بلکہ کہا کہ جاؤ۔

یہ لڑائی ایسی نہیں ہے کہ تلوار لے کے قتل کرو۔ آپ ﷺ حق اور سچ کی بات جو ہے اس کو لے کے اُٹھے۔ اللہ کی تعلیم کو اپنائیں گے، عدل و انصاف کریں گے دنیا میں، ہر انسان کے

ساتھ انصاف کریں گے، ان کے مذہب کی حفاظت کریں گے، ان کی جو عبادت گاہیں ہیں، ان کی حفاظت کریں گے، گردوارے ہوں، مندر ہوں، جو مرضی ہوں۔ زبردستی مسلمان کرنے کا کس کو فائدہ ہوا؟ وہ جوڈر کے مسلمان ہو گیا، کلمہ پڑھ لیا تو وہ منافق ہو گیا۔ یہاں (مسلمانوں میں) ایک منافق پیدا ہو گیا۔ اب اس (منافق) کو کیا فائدہ ہے؟ اللہ اس کو دوزخ کے نچلے ترین طبقے سے اٹھائے گا۔ اس کا کونسا ہم نے بھلا کیا ہے؟ وہ خطرناک بن گیا، اس کو جزا کیلئے ہم نے آگے پہنچا دیا۔ وہ اگر خود پڑھے تو اس کی بخشش ہو جائے گی، آپ کی قوت میں بھی اضافہ ہو گا۔ وہ خود پڑھے گا، دل سے (اس کلمہ کو)۔ جب اس کا دل چاہے کہ اللہ کی فتح و نصرت ان کے ساتھ ہے، یہ اچھے لوگ ہیں۔

دیکھو! باقی دنیا یہ انڈونیشیا ہے، ملائیشیا ہے، چائنہ ہے، وہاں پہ کوئی فوجیں نہیں گئیں۔ کہیں تاریخ میں نام آیا ہے ان کا کہ فوجیں گئی ہوں؟ ایران میں گئیں، شام میں گئیں، مصر میں گئیں، ان (انڈونیشیا وغیرہ) کا کہیں نام نہیں آیا کہ یہاں پر بھی فوجیں گئی ہوں۔ تاجر گئے، مسلمان گئے، ان کا اخلاق، ان کی سیرت، اور ان کی تجارت دیکھ کے لوگ مسلمان ہو گئے۔ چائنہ گئے ہیں، وہاں لاکھوں مسلمان ہیں۔ کسی صحابی رسول ﷺ کا مزار بھی ہے۔ ان کو دیکھ کے، ان کے اخلاق سے لوگ مسلمان ہوئے۔ ان کا پیار اور محبت دیکھ کے لوگ مسلمان ہوئے ہیں، تو وہ ہونا چاہیے۔ یہ مارنے والا اسلام نہیں ہے کہ تلوار لے کے چل پڑو کہ کلمہ پڑھو نہیں تو تلوار آئے گی۔

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کا خط بنام: سید رحمت اللہ شاہ صاحب

مورخہ: 09.05.1996

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اجتماع کے دوران آپ کو روحانی فیض سے لطف وسرور ملا۔ سالانہ اجتماع کی کیفیات کا اپنا ہی رنگ ہوتا ہے۔ ہمارا اجتماع سال بھر کے بعد بھائیوں کی ملاقات، سلسلہ کی تعلیم کی ترویج کیلئے منعقد کیا جاتا ہے۔ اس میں ہم علمائے کرام کو نہیں بلواتے۔ ہمارے اپنے بھائی سلسلہ کی تعلیم کے دائرے کے اندر مختلف موضوعات پر بھائیوں کو یاددہانی کراتے ہیں۔ اس پر سختی سے عمل نہیں ہوسکتا۔ کئی بھائی جن کو اظہارِ خیال کرنا تھا وہ ناگزیر وجوہات کی بناء پر تشریف نہ لا سکے۔

☆ حافظ آباد والے نعت خواں ہماری محفل میں پہلی مرتبہ آئے تھے اور وہ ہمارے رنگ ڈھنگ سے واقف نہ تھے، میں نے چاہا تھا کہ ہوسکے تو وہ پہلے مجھے مل لیں تاکہ انہیں اپنی مجالس کے آداب سے آگاہ کردوں لیکن وہ نہ آسکے۔ ہمارے ہاں صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی تو اجازت ہے اور اس قسم کے درود شریف پڑھنے کا معمول بھی ہے لیکن سب لوگوں کو ساتھ پڑھنے کیلئے کہنا یا تلاوت اور نعت کے دوران سبحان اللہ، ماشاءاللہ کہنے کی روایت ہرگز نہیں۔ ہمارے خیال میں تلاوت کے دوران مکمل سکوت اور کامل توجہ اللہ کے کلام کی طرف ہونی چاہیے۔ وہ نئے آدمی تھے اس لئے ان کو برداشت کرلیا گیا۔ اسی طرح قوال بھی کبھی کبھی کوئی جملہ راہِ راست سے ہٹ کر کہہ دیتے تھے۔ یہ مجبوری ہوتی ہے۔ اس طرح اجتماع کے دوران دائیں بائیں آنے کا معاملہ ہے۔ جب محفل عروج پر آجاتی ہے پھر سالکین کے کیف وسرور کی کیفیات کے پیشِ نظر اس پر سختی نہیں کی جاسکتی۔ بھائیوں کی اس وقت شدید خواہش ہوتی ہے کہ شیخ سلسلہ سے ہاتھ ملائیں اور اس کی

نگاہوں سے پریم حاصل کریں۔سماع کے دوران کئی لوگ تو اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھتے ہیں۔آہ و زاری کرتے ہیں اور بے اختیار روتے ہیں۔اس اضطراری کیفیت میں اگر کوئی بھائی شدت جذبات سے شیخ کے ساتھ لپٹ جائے یا اس کے گھٹنوں پر سر رکھ دے تو یہ سجدہ نہیں ہوتا۔اور نہ ہی ہم سجدہ کی کسی کو اجازت دیتے ہیں۔سجدہ کیلئے پیشانی اور ناک، ہاتھوں اور گھٹنوں کو زمین پر لگانا فرض ہے۔اس حالت کے بغیر سجدہ ادا نہیں ہوتا۔اس لئے تو شیخ کو تھوڑا اونچا بٹھایا جاتا ہے تا کہ اضطراری کیفیت میں بھی سجدہ نہ ہو سکے۔زمین پر بیٹھنے سے یہ ممکن تھا۔آپ نے اچھا کیا جو دل کی بات لکھ دی ہے۔اس سے شبہات دور ہو جاتے ہیں۔

<u>مورخہ:25.01.1997</u>

آپ کا درد بھرا محبت نامہ موصول ہوا اور آپ کی کیفیات سے آگاہی ہوئی۔کنونشن پر جو کیفیت دوسرے بھائیوں کی آپ نے دیکھی اب وہ آپ پر وارد ہوگئی۔یہ خشوع وخضوع اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں بیدار ہو جاتی ہے اور روح کو اپنے محبوب سے دُوری کا احساس ہوتا ہے۔اللہ نے اپنی محبت کا بیج **اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ** والے عہد کے ساتھ ہی تمام دلوں میں ڈال دیا تھا اور یہ اہلِ محبت کی نگاہِ کرم اور روحانی فیض ہی سے پھوٹتا ہے۔بقول علامہ اقبالؒ

می نہ روئید تُخمِ دِل از آب و گِل　　　بے نگاھے از خداوندانِ دِل

یعنی دل میں جو محبت کا بیج ہے وہ پانی اور مٹی سے نہیں اُگتا جب تک اس پر اہلِ دل کی نگاہ نہ پڑے۔قلب کے سوز اور اللہ کی محبت میں رونے والی آنکھ کی فضیلت قرآن واحادیث میں بھی موجود ہے

اور لوگ اس کی طلب میں مارے مارے پھرتے ہیں لیکن جب کچھ بن نہیں پڑتا تو پھر عُلماء حضرات یہ فرماتے ہیں کہ رونا نہیں آتا تو پھر رونے والی صورت ہی بنالی جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اگر یہ متاعِ بے بہا رحمت اللہ کو عطا کر دے تو باعثِ تشویش نہیں بلکہ باعثِ صد شکر ہے جسے آپ دوسروں کی کیفیت کو سمجھنے سے قاصر تھے۔ ایسی ہی کیفیت میں کسی فقیر نے لکھا تھا۔

پیا سے جو بچھڑے ہیں اُن کے دُکھڑے کیسے جانو گے
جب اپنے نیناں برسیں گے تب جانو گے پھر مانو گے
جن آنکھوں میں راتیں کٹتی ہیں جو پیا کی راہیں تکتی ہیں
اُن آنکھوں میں کھو جاؤ گے تو اپنا آپ پہچانو گے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو صرف اپنی عبادت یعنی محبت سے بھرپور اطاعت کیلئے پیدا فرمایا۔ انبیاء اور علماء کا یہی کام ہے کہ انسان کو عہدِ الست کی یاددہانی کرا کر اسے اللہ کی راہ میں گامزن کر دیں یہی ایمان کی بنیاد ہے کہ **اِلٰــــہ** صرف اللہ ہے اور اسی کی عبادت یعنی غلامی کرنا ہے۔ صرف ربّ مرضی پر چلنا توحید اور صراطِ مستقیم ہے۔ اور من مرضی پر چلنا شرک اور گمراہی ہے۔ نماز سے پہلے جو دُعا پڑھی جاتی ہے وہ بہت پیاری ہے۔ ''میں نے یکسو ہو کر اپنا رُخ اللہ کی طرف کر لیا جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔'' یعنی اللہ سے نگاہ ہٹا کر اِدھر اُدھر دیکھنا شرک ہے اور مشرک یقیناً دوزخ میں ڈالا جائیگا۔ بابا غلام فریدؒ نے یہی فرمایا تھا: ''غلام فریدا! میں دوزخ سڑساں جے یار توں مُکھ موڑاں۔'' اور یہی دردِ محبت دل میں لے کر پھرتے تھے اور اللہ سے پیار کرنے والے مخلص بندے جب نظر نہ آتے تھے تو بول اُٹھتے تھے۔ کیا حال سناواں دِل دا، کوئی محرم راز نہ ملدا۔ آپ ذکر کرتے رہیں اب تو

اس میں سرور حضور حاصل ہوگا۔اپنی کیفیت سے آفتاب خان صاحب کوا کیلے میں آگاہ کرتے رہیں۔ کیفیت اعتدال پر آجائیگی۔پیار سے بھرپور کیفیات کا تجزیہ کرنے کی بجائے اللہ کی محبت میں آگے بڑھیں۔کیونکہ "کمال زندگی دیدار یار است"۔اپنے مستقبل کی فکر نہ کریں یہ مالک کا کام ہے۔ہمیں احکام کی پابندی سے کام ہے۔آپ جو فیلڈ بھی مناسب سمجھیں اس میں چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ محنت ضائع نہیں کرتے۔

والسّلام!

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کا خط بنام: سردار محمد ارشاد صاحب

مورخہ: 28.04.2009

آپ کے والد ماجد سردار غلام قادر کی وفات کی خبر عزیزم نوید خان نے فون پر آج دی۔ (انَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعونَ) ہم سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا نظام ہے۔اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی کی مغفرت فرما کر انہیں جنت الفردوس کے اعلیٰ مقامات نصیب فرمائے اور اپنے مقربین میں شامل فرمائے۔آمین!

اور آپ سب کو یہ صدمہ مؤمنانہ وقار کے ساتھ برداشت کرنے کی توفیق دے اور اللہ تعالیٰ ان کے متعلقین پر رحمت کا سایہ دراز فرمائے۔میری طرف سے اور تمام برادران سلسلہ توحیدیہ کی طرف سے اظہار تعزیت قبول فرمائیں۔ہم سب آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

والسّلام!

موجبِ قُرب، کیفیات نہیں اعمال ہیں

(پیرخان توحیدی)

اللہ تعالیٰ کے صفاتِ عالیہ کی جلوہ آرائیاں اس کائنات کے رنگ و بو میں ہر سو بکھری ہوئی ہیں یہ چاند کی جھلکی، آفتاب کی حرارت، پرندوں کی چہچہاہٹ، پھولوں کی خوشبو، لہروں کے گیت، یہ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر اور دریاؤں کی روانی فلک بوس پہاڑ، حدِ نگاہ تک پھیلی ہوئی زمین، کائنات کے ان گنت حسین نظارے معرفت ربّانی کے استعارے ہیں اور سب اعتراف بندگی کے لئے مقصودِ کائنات کے نیرو تاباں نقوش ہیں۔ عقل و خرد رکھنے والوں کے لئے غور اور تدبر کا اصل مقام و محل ہے۔ اسی طرح تصوف کی دنیا میں انوار و کیفیات۔ ذوقیات و مکاشفات کا بڑا ذکر ہے اور اپنی جگہ سب حق پر ہیں لیکن ان کا کیا درجہ ہے کیا حقیقت ہے اور کیا اصلیت ہے۔؟ ہمارے سلسلہ کے بھی کچھ بھائی اس میں بڑی دلچسپی رکھتے ہیں ہمارے ایک سینئر پڑھے لکھے بھائی اکثر یہی سوال کرتے ہیں کہ تم نے اتنا عرصہ اس سلسلہ میں گزارا کیا کھویا کیا پایا۔ اتنا عرصہ اللہ اللہ کیا نمازیں پڑھیں تہجد بھی پڑھے تو کیا دیکھا کیا مشاہدہ کیا فلاں سلسلہ اور فلاں پیر صاحب کے مرید کو کشف القبور ہوتا ہے مُردوں سے باتیں کرتا ہے ایک طرف دیکھتا ہے تو خانہ کعبہ کی تشبیہ اور انوار سامنے آجاتے ہیں دوسری طرف نظر کرتا ہے تو روضہ اقدس کی زیارت ہوتی ہے۔ ان صاحب کے سوالات بلکہ یہ کہوں کہ طعنے سنتے سنتے ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ انوار و کیفیات ذوقیات و مکاشفات کی حقیقت اور اصلیت کیا ہے؟ قبلہ انصاریؒ کی کتب و خطبات اور تصوف کی کچھ دوسری کتب کا بغور مطالعہ کرنے پر یہ معلوم ہوا کہ انوار و کیفیات کا سلسلہ اپنی جگہ برحق ہے لیکن اس کی تشریح یہ ہے کہ ہر چیز کے ثمرات ہوا کرتے ہیں۔ اچھے کلمات کے بھی ثمرات ہیں۔ اللہ کا ذکر اللہ کا کلام تجلیات سے معمور ہے اللہ کی ساری عبادات تجلیات سے معمور ہے اسی طرح اوامر و نواہی بھی تجلیات سے معمور ہیں جو شخص خلوص دل سے ذکر کر رہا ہے کلام مجید کی تلاوت کر رہا ہے یا کوئی اور عبادت کر رہا ہے تو اس عبادت پر ثمرات ضرور مرتب ہونگے کیونکہ یہ ذکر تلاوت یا

دوسری عبادات تجلیات سے معمور ہیں لا الہ الا اللہ کوئی معمولی الفاظ نہیں ہیں ان میں نور ہی نور ہے کثرت ذکر اور تکرار ذکر سے انسان اس کی حقیقت کا ادراک کرتا ہے اور انوارات مشاہدہ ہونے لگتے ہیں اسی طرح کلام اللہ کی تلاوت میں بھی انوارات ہیں کہ تلاوت کرتے وقت اہل علم کا ذہن ایسے ایسے معانی کی طرف منتقل ہوجاتا ہے کہ خود انہیں حیرت ہوتی ہے اسی طرح تسبیحات میں انوارات ہیں اور بعض اوقات ان میں مشاہدات بھی ہونے لگتے ہیں۔ یہ انوارات ذکر، تلاوت اور تسبیح کے ثمرات ہیں یہ ثمرات بدرجہ بشارت اور نیک فال تو ہیں لیکن ترقی باطن کا سبب نہیں ان ثمرات کے جو مشاہدات ہورہے ہیں یہ ذکر، تلاوت کے اندر جو تجلیات وانوارات ہیں ان کا ظہور ہورہا ہے۔ذکر خود ایک عمل ہے اور وہی ترقی کا باعث ہے نہ کہ اس سے پیدا ہونے والے ثمرات وانوارات۔ اسی طرح اچھے اچھے جو خواب نظر آتے ہیں بڑی بڑی جو بشارتیں ہوتی ہیں خانہ کعبہ اور روضہ نبی ﷺ کی زیارت ہوتی ہے اور ان دونوں کی تجلیات نظر آتی ہیں یہ صرف قُرب کے ثمرات ہیں جو موجب قرب وترقی نہیں ہیں بلکہ ذکر اذکار تلاوت قرآن خود موجب ترقی وقرب خداوندی ہیں۔ جو چیز غیر اختیاری طور پر مشاہد ہوجائے وہ بدرجہ بشارت اور ذریعہ شرف تو ضرور ہے مگر وجہ ترقی نہیں وجہ ترقی صرف اور صرف آپ کا عمل ہے اسی لئے علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیے کہ انوارات ومشاہدات اپنے اختیارات سے نہیں ہوتے اور وہ چیز جو اپنے اختیارات سے نہ ہو وہ وجہ ترقی نہیں ہاں جو چیز اپنے اختیار میں ہو وہ وجہ ترقی ہوتی ہے چنانچہ اوامر کا ماننا اور نواہی سے اجتناب کرنا ہمارے اختیار میں ہے لہذا یہ عمل باعث ترقی ہے خواہ اس پر کسی کو انوارات مشاہد ہوں یا نہ ہوں جس کو ہوجائے الحمدُ اللہ اچھی بات ہے وجہ بشارت اور نیک فال ہیں اسی طرح استغراق کشف و کرامات اور کیفیات کا ظہور بھی غیر اختیاری فعل ہے یہ امور بھی وجہ شرف ضرور ہیں مگر وجہ ترقی وتعلق باللہ نہیں تعلق باللہ عمل سے

پیدا ہوتا ہے اور بڑھتا ہے ایک ناقص طرح سے بے دلی سے بے رغبتی اور کسل کے ساتھ بھی سبحان اللہ، الحمدُ اللہ، لا الہ الا اللہ، واللہ اکبر پڑھتے جائیں اس کے انوار و تجلیات آپ کو نظر آئیں یا نہ آئیں ترقی ضرور ہوگی اور عنداللہ قرب ضرور حاصل ہوگا۔ ہمارا مطلوب اور ہماری منزل قرب خداوندی ہے جس کے لئے ہم نے اپنے مرشد کے ہاتھ پر بیعت کی اور وہ مرشد کی بتلائی ہوئی تعلیم ہی سے حاصل ہوگا۔ مرشد کی تعلیم میں سب سے پہلی بات ہی اللہ کا ذکر ہے چاہے وہ ذکر بے دلی اور بے کیفی سے ہو چاہے عمر بھر ایک تجلی بھی نظر نہ آئے لیکن یہ عمل عنداللہ مقبول ہے۔ اسی طرح دوسرے نیک اعمال ہیں جو سب کے سب منزل تک پہنچانے والے ہیں۔

ترقی تو منزل کی طرف قدم اٹھانے سے ہوتی ہے نہ کہ گل و گلزار کی سیر و سیاحت سے اس بات کو خوب سمجھ لیں کہ ہزار کیفیتیں طاری ہوں ہزار انوارات و تجلیات موجود ہوں سب اللہ کا احسان ہے شکر کرنا چاہیئے لیکن اگر کچھ دیر اس میں محو ہو گئے اس میں استغراق ہو گیا تو معطل ہو گئے رُک گئے لیکن بے بسی کے ساتھ بے رغبتی کے ساتھ اور کسل مندی کے ساتھ بھی قدم اٹھ رہے ہیں اور منزل کی طرف رواں دواں ہیں تو سمجھو کہ ترقی ہو رہی ہے قرب خداوندی حاصل ہو رہا ہے کبھی اپنی اس حالت کی ناقدری نہ کرنا صرف عمل کو دیکھو کہ اس کی توفیق ہے کہ نہیں اگر ہے تو اللہ کا شکر ادا کرو کیونکہ ہمارا مقصود تو منزل تک پہنچنا ہے اس کا قرب اور رضاء حاصل کرنی ہے پھر ہم کیفیات کی طرف کیوں متوجہ ہوں۔

قبلہ انصاریؒ نے بڑی وضاحت کے ساتھ تعمیر ملت اور چراغ راہ میں ان باتوں پر روشنی ڈالی ہے۔ تعمیر ملت میں آپ لکھتے ہیں یاد رکھیے اور اچھی طرح یاد رکھیے کہ کچھ غیر معمولی روحانی طاقتیں حاصل کرنے کے علوم ہر قوم اور ہر مذہب حتیٰ کہ وحشی قبائل میں بھی موجود ہیں اور ہزار ہا سال سے چلے آرہے ہیں ان سے اسلامی فقر اور تصوف سے دور کا واسطہ بھی نہیں فقر محمدی ﷺ تو وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چل کر اور شریعت کی پوری پابندی کر کے حاصل ہوتا ہے اور آدمی میں ایمان کامل پیدا کر کے اس کو انسان بناتا ہے۔ جو مشاہدہ ارواح یا کشف و کرامات کو بڑی چیز سمجھتے ہیں ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ موجودہ دور میں ان چیزوں کی کوئی وقعت نہیں یہ چیزیں تو

نجومی ، رمال ، جفار اور ہاتھ دیکھنے والوں کو بھی حاصل ہو جاتی ہیں یہ چیزیں حکمت کا ما حاصل یا مقصود نہیں بلکہ راستہ کی رکاوٹیں ہیں بعض سالکوں میں اعلیٰ قسم کے کشف و کرامات پیدا ہو جانے کے باوجود اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور محبت میں اس قدر مستغرق ہوتے ہیں کہ کسی اور چیز کو دیکھنے کی فرصت اور استعداد ہی باقی نہیں رہتی اور بعض کی آنکھوں پر اللہ تعالیٰ خود پردہ ڈال دیتا ہے کہ کہیں ان دلفریب نظاروں میں پھنس کر ہی نہ رہ جائیں اور منزل مقصود حاصل نہ کرسکیں ایسے سالکوں پر اللہ کا خاص کرم اور رحمت ہوتی ہے ان کے دلوں میں سوز و گداز اور تعلق باللہ بڑھتا رہتا ہے اور اخلاق کی اصلاح ہوتی رہتی ہے چراغ راہ میں خطبہ نمبر 2 میں فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ جگہ جگہ اڈے جمائے بے خودی کے عالم میں پڑے رہتے ہیں ایسے لوگوں سے کرامات بہت ظاہر ہوتی ہیں اس لیے دنیا والے عمل اور شرع کو چھوڑ کر ان کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور انہیں سائیں بابا یا پیر بابا کہہ کر پکارتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی شہرت کافی ہو جاتی ہے اس طرح کے تمام فقیر اور سائیں بابے معاشرے کے لئے تباہ کن ثابت ہوتے ہیں اور دوسری طرف وہ سالک ہیں جو دوزخ ، جنت میں پہنچ کر وہاں کی سیر کر آتے ہیں بلکہ عرش تک پہنچ کر بھی انوار و تجلیات کشف و کرامات سے دور ہی رہتے ہیں یہ لوگ واقعی کامل ہوتے ہیں اور سب کچھ کرنے کی طاقت رکھنے کے باوجود سب باتوں کو تضیع اوقات اور حرکات طفلانہ سمجھ کر کچھ بھی نہیں کرتے ایک اور جگہ قبلہ انصاریؒ فرماتے ہیں کہ کوئی نیکی کریں عبادت کریں تو محض اللہ کی رضاء کیلئے کریں آپ کے تمام اعمال و افعال اور جدوجہد کا مقصد اللہ کا قرب حاصل کرنا ہو نہ کہ کشف و کرامات۔

بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ذاکر و شاغل شخص یہ سمجھتا ہے کہ مجھ پر تجلیات و انوارات کا ظہور ہو رہا ہے یہ چیزیں نظر آئیں وہ چیزیں نظر آئیں اس پر وہ خوش ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اسے اللہ کا قرب حاصل ہو رہا ہے حالانکہ یہ سب شیطانی تصرف ہوتا ہے کیونکہ شیطان بھی اس میں دھوکہ دے دیتا ہے اس لئے تجلیات و کیفیات کو مکمل طور پر معتبر نہ سمجھا جائے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کا واقعہ آپ نے ضرور سنا ہوگا کہ ایک مرتبہ شیخ نے حجرے میں بیٹھ کر چالیس دن چلہ کشی کی کیونکہ ایسے چلے اس وقت نفس کی درستگی کے لئے مجاہدے ہوا کرتے تھے جب

حضرت کے چالیس دن مکمل ہوگئے تو آپ نے نماز شکرانہ ادا کی اور کہا الحمد اللہ میں نے آج اپنا عمل پورا کرلیا ہے اسی وقت تمام حجرہ بقعہ نور ہوگیا اور آواز آئی اے عبدالقادر! تم نے ہمیں خوش کر دیا ہم تم کو انعام عطا کرتے ہیں جو کسی کو نہیں ملا۔ ہم نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے مناسب سمجھا کہ تمہیں اپنے مقبول ترین بندوں میں شامل کیا جائے ہم تم کو امور شریعت کا مکلّف نہیں کرتے تمہارے واجبات اور فرائض مستحبات میں داخل کردیئے گئے ہیں واجبات وفرائض چاہے ادا کرو یا نہ کرو برابر ہے آپ نے کہا لاالہ الا اللہ جس اَمر سے انبیاء علیہ السلام غیر مکلّف نہیں ہو سکے میں کیسے غیر مکلّف ہوگیا فوراً زور سے لاحول اور استغفر اللہ پڑھا وہ نور غائب ہوگیا۔ دوسری آواز آئی اے عبدالقادر اس منزل پر ہم نے نہ جانے کتنوں کو گمراہ کیا لیکن آج تم کو تمہارے علم نے بچالیا آپ نے کہا اے لعین تو پھر دھوکہ دے رہا ہے میرے علم نے نہیں میرے اللہ نے مجھ کو بچالیا ۔میرے توحیدی بھائیو ان تجلیات سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے شیطان کو اللہ نے بڑا تصرف دے رکھا ہے اگر یہ نہ ہوتا تو بڑے بڑے عارفین کو کیسے دھوکہ دیتا۔

حکیم الامت حضرت اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں شیطان بہت بڑا عالم ہے عالموں کو عالم بن کر دھوکہ دیتا ہے ،بہت بڑا عارف ہے عارفوں کو عارف بن کر پھنساتا ہے اور بہت بڑا عابد ہے عابدوں کو عابد بن کر غارت کرتا ہے البتہ عاشقی کے گروں سے ناواقف ہے اگر عاشق ہوتا تو سجدہ ضرور کرتا میرے بھائیو ہم نہ عالم ہیں نہ عارف ہیں اور نہ ہی عابد ہیں تو پھر عاشق بن جائیں تاکہ ہمارا اللہ تعالیٰ سے محبت کا ایسا علاقہ اور واسطہ رہے جو کبھی منقطع نہ ہو پھر اللہ رب العزت نے فرمایا ہے کہ اگر تم مجھ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو بس یہ کرو کہ میرے محبوب کی اتباع کرو جس نے میرے محبوب کی اتباع کی وہ میرا محبوب ہے۔

اب دوسرا رخ انقباض کا ہے یہ حالت بظاہر مردود معلوم ہوتی ہے ایسی کیفیت طاری ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم مردود ہوگئے ہیں نہ عبادت میں دل لگتا ہے نہ طاعت میں اور نہ دعا مانگنے میں ایک عجیب بےبسی اور بےکسی کی کیفیت رہتی ہے سب کچھ ہیچ معلوم ہوتا ہے حتیٰ کہ اللہ کی رحمت سے بھی نا اُمیدی اور انکاری خیالات آنے لگتے ہیں کہ اللہ ہے بھی کہ نہیں کبھی یہ

خیال آتا ہے کہ ہم کتنے دنوں سے سر مار رہے ہیں ذکر کرتے ہیں تہجد پڑھتے ہیں کچھ کیفیتیں تو معلوم ہوتیں کچھ اثرات قبولیت کے تو دیکھائی دیتے نفس اور شیطان ایسے ایسے وساوس اور گندے خیالات لا رہے ہیں کہ جی چاہتا ہے کہ سب کو چھوڑ چھاڑ دیں۔ کیا حاصل اس عبادت سے جس کا کوئی ثمرہ ہی نہیں ملتا ایک دو دن نہیں برس ہا برس گزر گئے کبھی تو کچھ معلوم ہوتا۔ نماز پڑھ لیتے ہیں دیگر اعمال بھی کر لیتے ہیں رمضان آیا تو روزے بھی رکھ لیتے ہیں تہجد پڑھ لیتے ہیں غرضیکہ ایک عادت سی ہوگئی ہے تہجد کے ثمرات معلوم ہوتے ہیں نہ نوافل کے نہ کلام اللہ میں جی لگتا ہے نہ اس کے معانی سمجھ میں آتے ہیں کبھی یہ خیال آتا ہے کہ فلاں بزرگ سے تعلق ہوگیا ہے لیکن کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ فلاں صاحب تو ولی اللہ ہوگئے فلاں صاحب عارف باللہ ہوگئے، فلاں کو خلافت مل گئی۔ ہم تو جیسے تھے ویسے کے ویسے ہی رہ گئے۔ یا تو ہم مردود ہیں یا ان چیزوں کی کوئی حقیقت نہیں۔ ایسے خطوط قبلہ انصاریؒ اور قبلہ ڈارؒ صاحب کو پیر بھائی لکھتے رہے۔ شاید قبلہ یعقوب صاحب کو بھی لکھتے ہوں۔ دراصل قبض کی کیفیت اور ایسے خیالات سے اللہ تعالیٰ سے تعلق میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ نہ ترقی باطن میں کوئی کمزوری پڑتی ہے۔ ایسا شخص مردود نہیں ہوتا۔ قبض کی حالت میں جو شخص بے دلی اور بے رغبتی سے بھی اللہ تعالیٰ کے احکام بجالائے اور ثمرات عمر بھر نہ دیکھے پھر بھی یہ مقبول ترین بندہ خدا ہے۔ انقباض کی حالت خیر اور ترقی کی طرف لے جانے والی ہے کیونکہ اس حالت میں صبر کا مقام حاصل ہوتا ہے اور صبر بہت بڑا مقام ہے اگر شکر ہی شکر کے حالات رہیں انقباض نہ ہو قلب پر گرانی نہ ہو تو ترقی کیسے ہوگی۔ قبلہ انصاریؒ فرماتے ہیں کہ قبض کی کیفیت اگرچہ سالکوں کے لئے قیامت ہوتی ہے لیکن یہ ایک قدرتی امر ہے کہ ایسا کوئی سالک نہیں ہوسکتا جس کو قبض نہ ہوتا ہو قبض کوئی بری چیز نہیں یہ انسانی طبیعت کا تقاضہ ہے کوئی سالک بلکہ عام انسان بھی ایک کیفیت پر قائم نہیں رہتا اور ہر کیفیت تدریجاً بڑھتی یا کم ہوتی ہے لیکن ہر قبض کے بعد جب بسط کی کیفیت ہوتی ہے تو سالک اپنے آپ کو پہلے سے آگے پاتا ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی آنی بند ہوگئی اس زمانہ میں اگرچہ آپ ﷺ کے معمولات اور تبلیغ کے امور میں کوئی فرق نہ آیا پھر بھی آپ ﷺ کو اس سے سخت انقباض ہوا

مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو فرمایا انقباضی حالت بھی آپ ﷺ کے لئے ضروری تھی تا کہ آپ ﷺ کو صبر کا اعلیٰ ترین مقام حاصل ہو جائے۔ وحی کے بند ہونے پر آپ ﷺ کو بہت صبر کرنا پڑا مشرکین کے طعنے سہنے پڑے آپ ﷺ کے لئے یہ بہت مشکل وقت تھا لیکن آپ ﷺ نے صبر کیا تو اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو اونچے اونچے مراتب ومدارج عطا فرمائے اور فرمایا آپ ﷺ سب سے بڑے نبی اور رسول ہیں خاتم النبین او رشفیع المذنبین ہیں اس سے ثابت ہوا کہ انقباضی کیفیت انبیاء علیہ السلام پر بھی طاری ہوتی۔ یہ حالت بندے کے لئے انعام ہے اور اس سے تعلق باللہ قوی ہوتا ہے اگر اس حالت میں سارے اعمال جاری رہیں چاہے ناقص ہی کیوں نہ ہوں وہ برابر ترقی کا سبب ہوتے ہیں اور قرب الٰہی ضرور حاصل ہوتا ہے۔

اپنے اعمال کے نقص اور کمی پر استغفار کرتے رہیے مایوس نہ ہوں، انشاء اللہ اعمال ضرور مقبول ہونگے۔ قرب خداوندی کا ذریعہ اور نجات کا سبب بنیں گے یہ کیفیات، انوارات، تجلیات، مشاہدات اور ثمرات کبھی مرتب نہیں بھی ہوتے یہ ہوں یا نہ ہوں انہیں مت دیکھو، یہ سب غیر اختیاری چیزیں ہیں۔ صرف اپنے اعمال کو دیکھو چاہے ناقص ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ کامل عمل کرنا ہر کسی کا شیوہ نہیں۔ بس عبادت کرتے رہو، نمازیں پڑھتے رہو، ذکر کرتے رہو اور ناقص سمجھ کر توبہ کرتے رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام توہمات، خدشات، وساوس اور تمام شیطانی تصرفات کو ختم کرنے کے لئے استغفار بتایا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ ہر نماز کے بعد تین دفعہ استغفار پڑھتے تھے ہم بھی اگر اس عمل کو لازم پکڑیں تو ہماری نماز، ذکر اذکار، تلاوت اور دیگر عبادات یقیناً کامل اور مقبول ہونگی۔ چاہے ہمیں تجلیات وانوارات نظر آئیں یا نہ آئیں کیونکہ موجب قرب کیفیات نہیں اعمال ہیں۔

سالانہ کنونشن ۲۰۱۶ء

(۱۵اپریل بروز جمعۃ المبارک تا ۱۷اپریل بروز اتوار)

(سید رحمت اللہ شاہ توحیدی)

مریدین سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی سالانہ کنونشن میں شرکت ہر قسم کی فرقہ ورانہ، گروہی، سیاسی و دیگر تمام مفرقوں سے پاک صرف اور صرف اللہ رب العالمین کی معرفت و دیدار کی خواہش کے ساتھ ہوتی ہے۔ پاکستان میں قائم توحیدی حلقہ جات سے مریدین سلسلہ پورے ذوق وشوق سے اپنے دوست احباب کے ساتھ مرکز تعمیر ملت آتے ہیں۔ اس سال بھی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد یعقوب صاحب توحیدی کی سرپرستی میں سالانہ کنونشن کے انتظامات بروقت مکمل تھے۔ مقامی حلقہ جات سے مریدین سلسلہ عالیہ توحیدیہ مختلف امور پر فائز اپنے پیر بھائیوں کی خدمت کے جذبہ سے سرشار تھے۔ گزشتہ برس ہمارے بھائی جناب امجد نواز صدیقی صاحب نے سالانہ کنونشن پر کھانے کے اخراجات ادا کرنے کی خواہش کا اظہار کیا جسے اس سال کیلئے قبول کیا گیا تھا۔ اس سال کنونشن سے پہلے ہی امجد نواز صدیقی صاحب کو کھانے کے اخراجات بتا دیے گئے جو انہوں نے ادا کر کے سالانہ کنونشن میں پیر بھائیوں کی میزبانی کا شرف حاصل کیا۔

مریدین سلسلہ کی آمد کا سلسلہ صبح سویرے شروع ہوا۔ نماز فجر کے بعد لسوڑی، چوک اعظم، فتح پور اور ملتان میں قائم حلقہ جات سے بھائی رات بھر کی مسافت کے بعد پہنچے۔ سال کی طویل مدت کے بعد بھائیوں کا ملنا، محبت، الفت، شفقت، اور اخلاص کے جذبات ظاہر تھے۔ قبلہ بابا جان محمد یعقوب صاحب توحیدی باہر تشریف لائے اور بھائیوں سے بغل گیر ہو کر انہیں مرکز تعمیر ملت آمد پر خوش آمدید کہا۔ بھائیوں سے خیر خیریت اور حال احوال کا تبادلہ ہوا۔ چوک اعظم اور فتح پور سے آنے والے بھائیوں نے بابا جان کو ایک بڑا فریم پیش کیا جس پر

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے مونوگرام کے ساتھ ایک خوبصورت نظم 'مرکز تعمیر ملت' کے عنوان سے لکھی ہوئی تھی۔ باباجان نے سب بھائیوں کے ساتھ کھڑے ہو کر اس محبت بھری نظم کو پڑھا، بھائیوں کو اجازت دی کہ جہاں چاہیں اسے نئے تعمیر ہونے والے ہال میں آویزاں کر دیں۔ ناشتہ تیار تھا، مہمانوں نے ناشتہ کیا اور اپنے لیے آراستہ کی گئی جگہوں پر آرام کے لئے چلے گئے۔

گزشتہ برس مجازین و خادمان حلقہ جات کے مشاورتی اجلاس میں قبلہ باباجان محمد یعقوب صاحب توحیدی نے ایک نئے ہال کی تعمیر کی رائے کو منظور کیا۔ اس ہال کے بارے میں مختلف آراء، اس کی تعمیر کی جگہ اور اخراجات کے تخمینہ جات پر غور وخوض کے بعد باباجان نے تعمیر کا افتتاح کر کے اسے دو ماہ سے کم مدت میں پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ اس نئے ہال کی تعمیر میں اکثر بھائیوں کی طرف سے ایثار قابل تحسین اور کچھ بھائیوں کی طرف سے ایثار و قربانی قابل رشک رہا۔ قبلہ باباجان نے بھائیوں کے ایثار و قربانی کے ان جذبات کو بہترین الفاظ میں سراہا۔ جناب عثمان چیمہ صاحب نے باباجان سے ہال کے غربی جانب کچھ جگہ پر ٹف ٹائلز لگانے کی اجازت چاہی جسے منظور کیا گیا۔ سالانہ کنونشن کے شروع ہونے تک مرکز تعمیر ملت کے مین گیٹ سے اندر مزار شریف کے سامنے تک ٹائلز لگانے کا یہ منصوبہ بھی مکمل ہو چکا تھا۔ کچھ عمر رسیدہ بزرگ بھائیوں کی ضروریات کے پیش نظر طہارت خانوں کی تعمیرات اور وضو کی جگہوں کا انتظام کیا گیا۔ ان نئی تعمیرات میں قبلہ باباجان محمد یعقوب صاحب توحیدی کی کمال درجہ بصیرت، قوت فیصلہ، اور انتظامی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ آپ کا پی آئی اے کی ملازمت کے دوران محکمہ کیلئے ساز و سامان کی خرید و فروخت کا وسیع تجربہ بھی خوب فائدہ مند ثابت ہوا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مرکز تعمیر ملت پر اس تعمیر پر اخراجات ان تخمینہ جات سے قدرے کم رہے جو مختلف ٹھیکے داروں یا تعمیرات کا وسیع تجربہ رکھنے والے ہمارے بھائی جناب خالد اسحاق صاحب نے لگوایا۔ تعمیر کا معیار بھی قدرے بہتر ہی رہا۔ اللہ تعالیٰ ان کاوشوں کو قبول فرمائے۔ آمین۔

نماز جمعۃ المبارک ڈیڑھ بجے ادا کی گئی، نماز کے بعد کھانا کھا کر آرام کا وقفہ تھا۔

ساڑھے چار بجے نمازعصر کے بعد جناب حافظ محمد یٰسین صاحب توحیدی نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے سالانہ کنونشن ۲۰۱۶ء کے پہلے اجلاس کا باقاعدہ آغاز ملتان سے جناب حافظ عبدالکریم صاحب کو تلاوت قرآن پاک کیلئے بلا کر کیا۔ عبدالرشید ساہی صاحب نے نعت رسول مقبول ﷺ پڑھی۔ احمد رضا خان صاحب نے خطبہ استقبالیہ میں حاضرین کو خوش آمدید کہا، مرکز پر بھائیوں کی سہولیات کیلئے انتظامات کا بتایا، سالانہ کنونشن کے آداب اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات کا اعادہ کیا۔ خطبہ استقبالیہ کے بعد شیرینی تقسیم ہوئی۔ بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی پسندیدہ مٹھائی 'امرتی' جسے آپؒ نے 'حور کے کنگن' کا نام دیا، پیش کی گئی۔ مٹھائی کے ساتھ ٹشو پیپرز اور چائے بھی پیش ہوئی۔ اجتماع گاہ میں ہی شیرینی کے اس مختصر وقفہ کے بعد اظہار خیال کا سلسلہ شروع ہوا جو نماز مغرب تک جاری رہا۔ نماز مغرب کے بعد جناب پیر خان صاحب توحیدی نے حلقہ ذکر کرایا۔ نماز عشاء ادا کی گئی اور بھائی کھانا کھا کر ہمہ جہتی گفت وشنید اور میل جول میں مصروف ہو گئے۔

بروز ہفتہ نماز فجر کے بعد قرآن خوانی، ختم شریف، اور بزرگان سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی ارواح کو ایصال ثواب کیلئے دعا ہوئی۔ قرآن خوانی کے بعد خادمان حلقہ جات اور مجازین کرام کو مشاورتی اجلاس کیلئے ہال میں بلایا گیا۔ ناشتہ اور بھائیوں کی میل جول کی مصروفیات کے بعد صبح دس بجے سالانہ کنونشن کے دوسرے اجلاس کا آغاز قبلہ بابا جان کے پوتے جناب محمد بن یعقوب نے تلاوت قرآن کریم سے کیا۔ حافظ عبدالکریم صاحب توحیدی نے نعت رسول مقبول ﷺ اور عارفانہ کلام سے حاضرین کے دلوں کو گرمایا۔ قبلہ بابا جان محمد یعقوب صاحب توحیدی سٹیج پر موجود تھے۔ مریدین سلسلہ کی طرف سے اظہار خیال کا سلسلہ جاری ہوا۔ سوا بارہ بجے کے بعد جناب ماجد محمود توحیدی صاحب نے قبلہ بابا جان سے بات کی اور بابا جان نے اظہار خیال کا سلسلہ روک کر ہمارے سلسلہ کی ہر دلعزیز شخصیت، ہمارے بزرگ بھائی جناب الحاج غلام مرتضٰی صاحب توحیدی کی وفات کی خبر سب حاضرین کو دی۔ بوجھل دل اور چشم نم سے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ

رَاجِعُون پڑھا گیا۔نماز جنازہ شام پانچ بجے اسلام آباد میں ہونا تھی۔کچھ بھائی نماز جنازہ میں شرکت کیلئے اسلام آباد کی طرف روانہ ہوئے۔نماز ظہر کے بعد طعام و آرام کا وقفہ ہوا۔

سالانہ کنونشن کے موقع پر الحاج غلام مرتضیٰ صاحب توحیدیؒ کی وفات کی خبر نے بانئ سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی اہلیہ 'نانی اماں' کی وفات کی یاد بھی تازہ کی۔ بھائیوں کو یاد رہے کہ نانی اماں کی وفات کی خبر بانئ سلسلہ کو سالانہ کنونشن کے موقع پر ملی۔نانی اماں نے زبان سے کہا 'اللہ' اور ان کی جان نکل گئی۔بانئ سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے فرمایا کہ 'اس سے اچھی موت اور کیا ہوگی؟' بابا جان انصاری صاحبؒ کنونشن کے بعد اپنی اہلیہ کی طرف گئے۔اس وقت نانی اماں لاہور میں اپنی بیٹی کے ہاں رہتی تھیں۔نانی اماں کیلئے ان کی بیٹی نے ختم اور دعا وغیرہ کا انتظام کیا تو نانی اماں ان کے خواب میں آئیں اور کہا کہ 'تمہارے والد نے مجھے اتنا کچھ دے دیا ہے کہ مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں'۔سبحان اللہ۔

تیسرے اجلاس کی کاروائی بعد از نماز عصر شروع ہوئی۔اس اجلاس میں قبلہ بابا جان محمد یعقوب صاحب توحیدی نے سالانہ خطبہ بعنوان 'زادِ راہ' پڑھا۔سالانہ خطبہ کے بعد اعلان کیا گیا کہ جناب الحاج غلام مرتضیٰ صاحب توحیدیؒ کی غائبانہ نماز جنازہ نماز مغرب کے فرائض باجماعت کے بعد ادا کی جائے گی۔نماز مغرب کے فرائض کے بعد تمام حاضرین نے قبلہ بابا جان محمد یعقوب صاحب توحیدی کی امامت میں جناب الحاج غلام مرتضیٰ صاحب توحیدیؒ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی اور ان بزرگ بھائی کے اعلیٰ درجات کیلئے دعا کی گئی۔نماز مغرب کے بعد سید عابد کبیر شاہ صاحب توحیدی نے حلقہ ذکر کرایا۔حلقہ ذکر کے بعد بیعت کی نشست ہوئی جس میں بیعت ہونے والے طالب بھائی اپنے خادمان حلقہ کے ہمراہ آکر قبلہ بابا جان محمد یعقوب صاحب توحیدی کے دستِ شفقت پر بیعت ہوکر ہمارے پیر بھائی بنے۔اللہ تعالیٰ ہمارے ان نئے بھائیوں کو سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات پر پورے ذوق وشوق سے عمل کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور انہیں دنیا اور روحانیت کے اعلیٰ مراتب سے سرفراز فرمائے۔آمین۔

نمازِ عشاء اور کھانے کے بعد رات دس بجے محفلِ سماع ہونا تھی۔ محفلِ سماع سے پہلے بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کے نواسے جناب عزیر بٹ صاحب نے اپنی پیاری آواز میں قوالی میں گنگنائے جانے والے اشعار پڑھے۔ یہ اشعار کسی کیلئے پڑھے جانے والے اشعار اور کسی کیلئے ہمارے محسن و مرشد جناب محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کی محبت کو دلوں میں تازہ کرنے کا سبب بنے۔ محفلِ سماع رات ساڑھے دس بجے سے کم و بیش دو بجے تک جاری رکھی گئی۔ چائے کا وقفہ ہوا اور اس کے بعد سب نے مل کر ترانۂ توحیدیہ پڑھا۔ آخر میں قبلہ بابا جان محمد یعقوب صاحب نے تمام حاضرین، مریدین سلسلہ، ملک و ملت، اور امت مسلمہ کیلئے دعا مانگی اور کنونشن کا اختتام ہوا۔ اعلان کیا گیا کہ آرام و نماز کے بعد تمام بھائی ناشتہ کر کے جائیں۔ بابا جان قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی نے فرداً فرداً سب مہمانوں کو نیک تمناؤں اور دعاؤں سے رخصت کیا۔

سالانہ کنونشن کے دوران ہمارے محسن و مرشد جناب محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کے اہل خانہ بالخصوص ہماری اماں جی، بڑے صاحبزادے انسپکٹر جناب خالد ڈار صاحب، چھوٹے صاحبزادے بریگیڈیئر جناب حامد محمود ڈار صاحب، باجیوں، اور بچوں کی مرکزِ تعمیرِ ملت آمد ہمارے لئے باعث مسرت ہوئی۔ بھائی جان جناب خالد ڈار صاحب مرکزِ تعمیرِ ملت آئے تو ہم بھائیوں کیلئے اپنے ساتھ بہترین مٹھائی لائے جسے ہم نے خود بھی کھایا اور بھائیوں میں بھی تقسیم کیا۔ اس سال سالانہ کنونشن کے موقع پر بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کے 'مقصودِ حیات' کے بعد بقیہ سالانہ خطبات کا مجموعہ بعنوان 'انسانی زندگی کی روحانی تعبیر' شائع ہو کر منظرِ عام پر آیا۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ بابا جان محمد یعقوب صاحب توحیدی نے سالانہ کنونشن کے بعد ۱۷ اپریل ۲۰۱۶ء بروز اتوار راولپنڈی سے ہمارے بھائی جناب عزیز عارف صاحب توحیدی کو اپنا مجاز روحانی مقرر کرتے ہوئے تحریری پروانہ جاری فرمایا۔ اس طرح سالانہ کنونشن ۲۰۱۶ء اپنی ان مٹ یادیں چھوڑ کر سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تاریخ میں ایک حسین باب کی مانند رقم ہو گیا۔

قطع ماسویٰ اللہ

(الحاج محمد مرتضٰی-اسلام آباد)

قبلہ انصاری صاحبؒ نے حصول حکمت کے لئے جو طریقے وضع کئے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(1) ذکر (2) مجاہدہ (3) تزکیہ اخلاق (4) عرفان (5) مقصود اعظم

مختلف ادوار میں بزرگ اپنے مریدین کی طبیعت میں سے غصہ، حسد، غرور، تخی وغیرہ نکالنے کیلئے سخت قسم کے مجاہدے کراتے تھے تا کہ راہ سلوک پر چلنے والوں میں نرمی، عاجزی اور انکساری پیدا ہو جائے۔ اور وہ ہر حال میں خوش رہیں۔ قبلہ انصاری صاحبؒ نے اس کے لئے صرف تین طریقے مقرر کئے ہیں:

(1) قطع ماسویٰ اللہ (2) تسلیم و رضا (3) غصہ اور نفرت کی نفی

قطع ماسویٰ اللہ کے معنی ہیں کہ دنیا کی تمام چیزوں سے تعلق توڑ کر صرف اللہ تعالیٰ سے رشتہ جوڑا جائے۔ جیسے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن مجید میں سورہ مزمل میں فرماتے ہیں **واذکر اسم ربک و تبتل الیہ تبتیلا** ترجمہ: "اپنے ربّ کے نام کا ذکر کرو اور سب کچھ چھوڑ کر اللہ کے ہو جاؤ"۔ قبلہ انصاری صاحبؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کی فصاحت دیکھو کہ ان چند الفاظ میں تمام سلوک مکمل طور پر سمو دیا ہے۔ یعنی کہ رب کے نام کا ذکر تو وہی ہے کہ پاس انفاس اور نفی اثبات جو کہ ہمیں کرنے کو کہا گیا ہے اور یہی سلوک کی ابتداء ہے اور دوسرا ٹکڑا آیت کا ہے "سب کو چھوڑ کر اللہ کے ہو جاؤ"۔ اور یہ سلوک کی انتہاء ہے۔ یہ وہ حکم ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب رسول اللہ ﷺ کو دیا۔ ہمارے صوفیاء نے اس کا یہ مطلب لیا کہ دنیا کو چھوڑ دو۔ اور انھوں نے رہبانیت اختیار کر لی۔ جو کہ اللہ کے حکم کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔ قطع ماسویٰ اللہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے قبلہ انصاری صاحب فرماتے ہیں کہ سالک کا دلی تعلق اللہ کے سوا

کسی شے مثلاً بیوی، بچے، دولت، عیش وعشرت وغیرہ سے سوت کے دھاگے کے برابر بھی قائم نہ رہے ۔لیکن حقوق العباد کما حقہ ادا کرنا پڑتے ہیں ۔ یہ کام بہت مشکل ہے، کرنے والوں کے لئے کوئی چیز مشکل نہیں سب کچھ ہوسکتا ہے ۔ ہزاروں نے کیا ہے اب کر رہے ہیں اور آئندہ کریں گے ۔صرف طلب صحیح ،ہمت بلند اور عمل پیہم کی ضرورت ہے ۔

حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن فقیر قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا کہ یہ آیت آئی ۔ترجمہ: "اگر تمہارے باپ ، بیٹے ، بھائی، بیویاں، کنبہ اور وہ مال جو تم نے جمع کئے ہیں اور تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور مکان جن کو تم پسند کرتے ہو اللہ اور اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ کی نسبت تم کو عزیز ہیں تو پھر منتظر رہو کہ اللہ تعالیٰ کا امر آجائے اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو کبھی ہدایت نہیں دیتا"۔ اس آیت کریمہ کے پڑھنے سے بہت گریہ ہوا اور خوف غالب آیا ۔اسی اثناء میں اپنے حال کا مطالعہ کیا۔ دیکھا کہ ان تعلقات میں سے کوئی تعلق نہیں رہا اگر یہ سب کے سب تلف ہو جائیں تو بھی کوئی امر ایسا پسند نہیں کروں گا جس کا کرنا شریعت میں برا معلوم ہو اور ان امور کو شریعت کے احکام پر ترجیح نہ دونگا۔

اگر ہم حضورﷺ کی زندگی کا جائزہ لیں تو دیکھیں گے کہ رسول اللہﷺ نے دنیا کو کبھی نہ چھوڑا بلکہ آخر تک دنیا کے کام کرتے رہے ۔اس سے واضح ہوا کہ دنیا میں رہتے ہوئے اور دنیا کے تمام کام کرتے ہوئے دنیا اور اس کی کسی چیز سے دل نہ لگاؤ اور اللہ سے کسی وقت اور کسی حال میں غافل نہ رہو۔جس طرح کے بھی حالات پیش آئیں خواہ اچھے ہوں یا برے سب کو اللہ کی طرف سے سمجھو اور سب پر خوش رہنا سیکھو اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے محبت بڑھاتے رہو۔عقائد کو درست کرنے اور شریعت کے مطابق اعمال صالح کے بجا لانے کے بعد اپنے اوقات کو ذکر الٰہی جل شانہ سے آباد رکھنا چاہیے اور اس کی یاد سے غافل نہ ہونا چاہیے۔اگر ظاہر کو خلق کے ساتھ مشغول رکھیں تو چاہیے کہ باطن حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہو اور اس کی یاد سے لذت پانا چاہیے

طریقت توحیدیہ میں قبلہ انصاری صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ''اسلامی تصوف یہ ہرگز نہیں سکھاتا کہ تم بیوی بچوں، ماں، باپ اور بہن بھائی اور دوسرے لوگوں کی محبت دل سے نکال دو بلکہ اللہ تو تمام مخلوق سے محبت کرنا سکھاتا ہے''۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ ''سالک کے دل میں ہر وقت اللہ کی یاد اور محبت کا جذبہ موجزن رہتا ہے۔ لیکن جس وقت بیوی بچے، ماں باپ، یا کوئی اور سامنے آئے تو اس وقت وہ ان کی بے انتہا محبت دل میں محسوس کرنے لگتا ہے اور ان کے ساتھ پوری محبت اور خوش اخلاقی سے پیش آتا ہے لیکن جوں ہی وہ آنکھ سے اوجھل ہوتے ہیں سالک کا تعلق پھر اللہ سے جڑ جاتا ہے۔ یہ کیفیت 4-2 ماہ میں حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے برسوں کی مشق کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے مستقل مزاجی سے اس کوشش میں لگے رہنا چاہیے۔

قطع ماسوئ اللہ کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سالک میں تسلیم و رضا کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یعنی جو واقعات بھی اسے پیش آتے ہیں خواہ اس کی مرضی کے مطابق ہوں یا مخالف۔ وہ پہلے ان پر صبر کرنا سیکھتا ہے اور بعد میں بدترین سے بدترین حالات میں بھی اس کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اور یہی تسلیم و رضا کی انتہاء ہے۔ سالک کو چاہیے کہ وہ ذہن میں رکھے کہ آج تک جو کچھ ہوا وہ اللہ کی مرضی سے ہوا اور آئندہ بھی جو ہوگا وہ بھی اسی کی مرضی سے ہوگا تو وہ فکر سے مبرا ہو جائے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ امتحانوں سے محفوظ رکھے یہ کام بہت مشکل اور دشوار ہے لیکن سچی طلب اور بلند ہمت سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔

سورہ توبہ آیت 51 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ترجمہ: "آپ فرما دیجئے کہ ہمیں کوئی مصیبت پہنچ ہی نہیں سکتی مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ رکھی ہے"۔

قبلہ انصاری صاحبؒ نے اپنے آخری خطبہ میں فرمایا کہ ''ان آیات سے تم کو ذہنی اور قلبی تقویت ملنا چاہیے تم کو سوچنا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ مصیبت ہمارے نام پہلے ہی لکھ رکھی ہے تو اس پر گھبرانا، رنج کرنا، مایوس ہونا انتہائی ناشکری، کفران نعمت بلکہ ایک قسم کی

بغاوت ہے اگر تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی مصیبتوں کو نعمت سمجھ لو تو تم کو دائمی مسرت جیسی نعمت حاصل ہو جائے گی۔ جو کروڑوں اربوں روپے میں بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔

قبلہ ڈار صاحب اپنے خطبہ "**انسان کے نام**" میں فرماتے ہیں کہ بانی سلسلہؒ کبھی کبھی ایک جملے میں ہی پورا نصاب بتا دیا کرتے تھے۔ کئی مرتبہ آپ سے سنا کہ فقیر بننا چاہتے ہو تو سنو۔ فقیری یہی ہے کہ گالیاں سنو اور دعائیں دو۔ یعنی اپنے ساتھ پیش آنے والے تمام معاملات کو اپنے پیارے اللہ کی طرف سے جانو اور اس پر خوش رہو۔ فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ کو جانتے ہوئے مخلوق کی طرف سے ہونے والی بدسلوکی کو بھی نظر انداز کر دو۔ مکمل خود سپردگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے قدموں میں گر جانا ہی وہ سجدہ ہے جو آپ کو ہزار سجدوں سے نجات دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ہی دل کے خلوت کدے کو جلوہ گر ہونے کیلئے پسند فرماتے ہیں جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو۔

روزانہ زندگی میں جو واقعات پیش آئیں مثلاً خوشی غمی ان کا اثر دل پر ہرگز قائم نہ ہونے دو۔ اس اثر کو نفی کر کے پھر اللہ تعالیٰ کا خیال قائم کر لو۔ غایت اس کی بھی یہی ہے کہ دل میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی یاد باقی نہ رہے اور حوادثات زمانہ تمہارے راستے کی رکاوٹ نہ بن سکیں۔ قطع ماسویٰ میں اس سے بھی بہت مدد ملتی ہے کہ تم دوسروں کے افعال و اعمال سے قطعاً کوئی سروکار نہ رکھو کہ کوئی کیا کرتا ہے اور کیوں کرتا ہے یعنی دوسروں کے اعمال کی جستجو نہ کرو نہ کسی کی غیبت کرو اپنے کام سے کام رکھو۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ ہم سب بھائیوں کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

رونمائی کتاب

انسانی زندگی کی روحانی تعبیر

(خالد محمود بخاری)

کتب کسی قوم کی علمی عظمت اور فکری بصیرت کا آئینہ دار ہوتی ہیں۔

جس قوم کے افراد علم و فضل کی دولت سے بہرہ ور ہوتے ہیں وہ سب سے پہلے اپنے اسلاف کی تعلیمات اور تصانیف کو محفوظ کر لیتے ہیں جس کو وقت کے گزرنے کے ساتھ بھول کا شکار ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے ہماری جنریشن کتاب سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ ہمارے طالب علم نصابی کتب میں اُلجھ کر رہ گئے ہیں ہماری شاندار تاریخ اور روایات ان کی نظروں سے پوشیدہ ہوتی جا رہی ہیں اور وہ ہمارے اسلاف کی سنہری تعلیم سے بے خبر ہوتے جا رہے ہیں۔ ویسے بھی تاریخ ان اقوام و افراد کا احترام کرتی ہے جو اپنی روایات اور اپنی تہذیب اور اپنے سرمایہ علم و فن کی حفاظت کرتے ہیں۔ آج کے اس پُرفتن اور پُرآشوب دور میں جب آدمی مادّیت کے سیلاب کی زدّ میں ہے، لادینی نظریات نے ذہنوں کو مفلوج بنا کے رکھ دیا ہے اور تہذیب مغرب نے ہماری بصیرت اور بصارت کو اس قدر ماؤف کر دیا ہے کہ اللہ اور اللہ والوں کی باتیں سننے کا نہ شوق ہے اور نہ ان پر عمل کرنے کا جذبہ۔۔۔ آج کے دور میں علوم نہیں بلکہ معلومات کی بہتات ہے جو پہلے کبھی نہ تھی۔ آج کتاب لکھنا آسان اور اس کو پڑھوانا مشکل ہے۔

انبیاء اور اولیاء کرام کا اصل کام انسان سازی یا تعمیر سیرت ہی تھا۔ انسان کی سب سے

بیش بہا متاع اس کی سیرت ہے۔اصل علم وہی ہے جو ہماری سیرت کو سنوارے اور اس دنیا اور آخرت میں ہمارے لئے نفع بخش ثابت ہو۔حضورﷺ نے ہمیں دُعا سکھلائی ہے کہ اے اللہ! میں تجھ سے نفع بخش علم کا سوال کرتا ہوں۔باباجان قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کی کتاب **انسانی زندگی کا روحانی وجود** کی سالانہ اجتماع میں رونمائی کی گئی۔ اس کتاب کا موضوع انسانی وجود کے اندر،نفس میں روح ہے جو انسان کا اصل ہے۔جب تک روح کی لطافت نہ ہوگی اللہ کی معرفت نصیب نہیں ہوسکتی۔اس میں روح کی بالیدگی کے عملی طریقوں پر بحث کی گئی ہے اور اصلاح نفس پر بہت زور دیا گیا ہے۔کتاب کے لکھنے کا مقصد باباجیؒ کے پیش نظر انسان کی سیرت اور کردار کی تعمیر کرنا تھا۔باباجانؒ نے بڑی محنت و خلوص سے قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق اہم مضامین پر روشنی ڈال کر ان راستوں کی نشاندہی کی جن پر چل کر انسان دارین کی فوزو فلاح سے مالا مال ہوسکتا ہے۔جو ہر سالک کیلئے نافع ہے۔اس کتاب میں انسانی زندگی میں خیرو شر کی کشمکش سے کامیابی کے ساتھ گزرنے کا راستہ بھی بتا دیا گیا ہے اور منزل تک پہنچنے کے ذرائع بھی۔جو بےعملوں کو عمل اور عامل کو حسن عمل کی نعمت سے سرفراز کرتی ہے۔کتاب ہذا غافل دلوں کو غفلت کی نیند سے جگاتی ہے اور قوتِ عمل پر اُکساتی ہے اور غیر محسوس طور قلوب میں جذبہ عشق الٰہی موجزن کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نفس انسانی کو نیکی اور بدی کا شعور عطا کر کے ان کو جانچنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔نیکی وبدی کی قوتیں باہم برسرپیکار ہیں۔اس رزم گاہ حیات میں نیکی وبدی اور خیر وشر کی جنگ ہورہی ہے یہ جنگ نفس انسانی کے اندر بھی ہے اور باہر بھی،انفرادی اور اجتماعی زندگی

میں بھی ہے حتیٰ کہ کائنات انسانی میں عالمی پیمانے پر نیکی اور بدی کی قوتیں باہم برسر پیکار ہیں ہر سطح پر دونوں کے درمیان تصادم کا سلسلہ جاری وساری ہے۔

کتاب میں جہاں روحانی ترقی پر زور دیا گیا وہاں اخلاق اور محبت کا بھی درس دیا گیا اس میں بہترین اسلوب اور موضوعات ہیں جن میں مادّی و روحانی ترقی کے ذرائع بتائے گئے ہیں جیسا کہ فرمایا گیا کہ ''انسان کو اس کائنات میں اپنے مقام سے آگاہی حاصل کرنا ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے زمین آسمان میں جو کچھ ہے انسان کے لئے پیدا کیا ہے لیکن انسان کو اپنی محبت اور معرفت کے لئے بنایا ہے۔انسان دنیا کے متاعِ غرور کے فریب سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے مقربین میں شامل ہوجائے ۔اشرف المخلوقات کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ بھی دیگر حیوانات کی طرح مادّی دنیا میں جو کچھ نظر آتا ہے صرف اسی کا والہ وشیدا ہوکر اپنے مقصودِ حیات سے محروم رہ جائے''۔ خلافتِ ارضی اللہ تعالیٰ کا خصوصی اعزاز ہے جو انسان کو اس کی ظاہری اور باطنی صلاحیتوں کی بنا پر عطا کیا گیا تاکہ اس کی آزمائش کی جائے۔''

آپؒ کی تعلیمات عالیہ پر عمل پیرا ہوکر خوش نصیب انسان کامیابی وکامرانی کی شاہراہ پر ہمیشہ چلے گا۔اللہ پاک اس کتاب کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔اس کتاب کی اشاعت اور کسی بھی درجہ میں معاون بننے والے افراد کو اپنی شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائے۔

آیئے! ہم اپنے حصے کا کام کریں اور نہ صرف خود بلکہ بھائیوں کو سلسلہ کی جامع تعلیم جو انسانی شعور کو پختہ کرتی ہیں پر راغب کریں۔

توحیدی بھائیوں سے رابطہ کیوں ضروری ہے

(عزیر عارف)

﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوْا اللّٰهَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

ترجمہ: ''اے ایمان والو! صبر کرو، اور ایک دوسرے کو صبر دلاؤ اور باہم ملے رہو یعنی رابطے میں رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم اپنی مراد کو پالو۔ (آلِ عمران: 200)

مجھے ''**توحیدی بھائیوں سے رابطے کی اہمیت**'' پہ کچھ کہنے کا حکم ہوا ہے، تو عرض ہے کہ کہنا تو قبلہ انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آتا تھا اور خوب آتا تھا۔ جو آپؒ نے فرمایا وہ مستند ہے، تحقیق و ریسرچ پر مبنی ہے اور بالکل ایک سائنس ہے۔ البتہ فرق ہے تو یہ ہے کہ سائنس میں پہلے مفروضہ، مشاہدہ یعنی تھیوری بیان ہوتی ہے اور تجربہ و عمل کرنے کے بعد نتائج سامنے آتے ہیں جو مسلمہ ہوتے ہیں، لیکن قبلہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی سائنس یعنی روحانیت میں پہلے عمل کیا جاتا ہے اور پھر علم حاصل ہوتا ہے، جسے عین الیقین بھی کہا جاتا ہے۔ اُن کیلئے جن کی دیکھنے کی لائن ہوتی ہے اور حق الیقین کہا جاتا ہے، جن کو باطنی بصیرت عطاء ہوتی ہے اور اشیاء کا عرفان ہوتا ہے۔ یہ لوگ ''عارف باللہ'' ہوتے ہیں۔

روحانیت کی کیفیات و واردات کو اس قدر آسان اور قابل فہم الفاظ میں بیان فرما دینا صرف اور صرف قبلہ انصاری صاحب علیہ الرحمۃ ہی کو شایاں تھا۔ آپؒ نے بیکراں اور اتھاہ عمیق سمندر کو گویا کوزے میں ہی بند کر کے ہمیں عطا فرمایا اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ایسا کسی نے پہلے بیان کیا نہ آئندہ بیان کر سکے گا۔ تو آپؒ کی کتب کا بار بار مطالعہ ہم سب کیلئے ہر بار نئی نئی جہتیں کھولنے کا باعث بنتا ہے۔

میری بھی یہی کوشش ہوگی کہ قبلہ حضورؒ کی فرمائی ہوئی باتیں دہراؤں: رابطہ کو قبلہ انصاری صاحبؒ نے تنظیم کا نام بھی دیا ہے۔ اورقرنِ اوّل میں مسلمانوں کی ترقی کے جو اصول آپؒ نے اخذ فرمائے، اُن میں سرکارِ دو عالمﷺ کی اُس جماعت کا ذکر کیا، جس کو آپﷺ نے خود مرتب اور منظّم فرمایا تھا۔ اس میں وہ صحابہ کبارؓ شامل تھے جو قُربِ رسول کے باعث آپﷺ کی صحبت اور تعلیم سے اوروں کی نسبت زیادہ فیض یاب ہوئے۔ گو کہ یہ چند سو نفوس تھے لیکن یہی وہ طبقۂ اعلیٰ تھا جو تمام عرب کا دل و دماغ تھا۔ ان میں طبقہ اوسط میں وہ لوگ تھے جو اللہ پر ایمان کامل تو نہیں مگر اچھا ایمان رکھتے تھے۔ طبقہء ادنیٰ میں تین قسم کے لوگ تھے۔ ایک تو وہ جو صدقِ دِل سے ایمان لائے مگر ایمان و عمل میں ذرا کمزور تھے۔ دوسرے جو اسلام کی بڑھتی ہوئی شان و شوکت کو دیکھ کر مجبوراً یا لالچ سے مسلمان ہوئے لیکن بعد میں سچے دِل سے مسلمان ہو گئے اور تیسرے منافقین۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بالآخر وہ جماعت وجود میں آ گئی جو اجتماعیت کے اصولوں پر ہر زاویہ سے پوری اُترتی تھی۔ وہ جو اصول تھے قبلہ حضورؒ نے بیان فرمائے انہیں میں ایک رابطہ بھی تھا۔ جس پر اظہارِ خیال کرنے کیلئے مجھ ناچیز کو حکم ملا ہے۔ بھائیوں سے گزارش ہے کہ کنونشن سے واپسی پر تعمیرِ ملت کا مطالعہ نئے انداز سے کیجئے اور بالخصوص یہ پانچ اصول جو قرآن نے قومی ترقی کے ضمن میں عطاء فرمائے اور قبلہ انصاریؒ نے ان کا استنباط فرما کے تعمیرِ ملت کی زینت بنایا ہے ان کو خصوصی توجہ سے پڑھیے گا۔

جن بھائیوں کو براہِ راست بانیٔ سلسلہؒ سے بیعت ہونے کا شرف حاصل ہے۔ انہیں اچھی طرح یاد ہے کہ قبلہ حضورؒ سے جب کسی کتاب پر آٹو گراف لیا جاتا تھا (ہمارے مُرشد ماڈرن مرشد تھے اور ہم ان کے ماڈرن مُرید) تو آپؒ اکثر یہ آٹو گراف مرحمت فرمایا کرتے تھے، ''پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ'' ۔ حضرت علامہ اقبالؒ نے بھی فرمایا ہے کہ

فرد قائم ربطِ ملّت سے ہے تنہا کچھ نہیں

موج ہے دریا میں بیرونِ دریا کچھ نہیں

قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے فرمایا: '' اجتماعی طاقت اور جماعت کی شیرازہ بندی کیلئے ضروری چیز رابطہ یا تنظیم ہے۔'' پھر آپ نے قرآن کریم کی سورہ آلِ عمران کی آخری آیت نمبر 200 تحریر فرمائی جو ہم نے ابتداء میں تلاوت کی ہے۔

رابطے کے معنی ہیں جماعت کے ہر فرد کا دوسرے سے باہمی تعلق اور تعاونِ عمل کے لحاظ سے بدرجہ اُتم مربوط رہے اور کسی حالت میں اور کسی بھی وقت ایک دوسرے سے بے خبر نہ ہونے پائے۔ بات دراصل یہ ہے کہ نوعِ انسانی اپنے جذبات وکوائف اور ضروریاتِ حوائج میں متنوع الخلقت ''Created variety'' کی حامل واقع ہوئی ہے۔ اس لئے ہر جماعت یا قوم میں مختلف گروہ یا طبقے پیدا ہوجاتے ہیں جو مختلف پیشے اور فن اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ ایک فطری امر ہے اور یہی طبقات اپنے پیشوں اور فنون کے لحاظ سے پوری قوم کے کفیل ہوتے ہیں۔ بدیں سبب اگر ان طبقات میں باہمی ارتباط اور تعاونِ عمل نہ ہو تو پوری قوم کے نظام میں خلل اور رخنہ واقع ہوجاتا ہے۔ جس سے قوم کی اجتماعی طاقت کمزور ہوجاتی ہے۔ اس لئے رابطہ اور تنظیم کسی جماعت کیلئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ اتحاد اور یقینِ محکم۔

برادران سلسلہ عالیہ توحیدیہ جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو انہیں خدا یاد آتا ہے۔ کیونکہ اگر اُن میں سے ایک بھائی یا وہ دونوں اسوقت پاس انفاس نہیں کر رہے تو اب شروع کر لیں گے۔ چونکہ جب بھی توحیدی بھائی ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو پہلی چیز جو انہیں یاد آتی ہے وہ پاس انفاس ہے۔ جو ہمارا بنیادی ذکر ہے پھر یہ یاد آتا ہے کہ ہمارا آپس میں کیا رشتہ اور تعلق ہے اور کس وجہ سے ہے۔ کہتے ہیں کہ اللہ والوں کی نشانی ہے کہ اُنہیں دیکھ کر اللہ یاد آجاتا ہے۔ تو گویا

توحیدی اللہ والے ہوئے ناں! ساتھ ہی پیارے پیارے مُرشد یاد آتے ہیں جن سے یہ تعلیم اور سبق ہم تک پہنچا ہے پھر اپنا مرکز اور اُس سے وابستگی یاد آتی ہے تو یوں رابطے کا فائدہ ہوا کہ نہیں؟ پھر ہر بھائی ایک دوسرے کی خوشی غمی، دکھ درد اور ضروریات سے آگاہ رہتا ہے۔ اور اگر کسی کو کوئی مسئلہ مسائل درپیش ہوں تو سب مل کر اُسکا ازالہ اور مداوا کرتے ہیں جو کہ خدمت خلق ہے اور قبلہ حضور خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے فرمان کے مطابق منزل مراد پالینے اور سلوک طے کر لینے کا ما حاصل ہے۔ ''خدمت خلق انفرادی، جماعت کا رابطہ مرکز سے جوڑ دیتا ہے۔ اور جماعت کا مرکز جس قدر مضبوط، مقبول، خودکفیل اور ہر دل عزیز ہوتا ہے جماعت اسی قدر طاقتور اور خوشحال ہو جاتی ہے۔

ہو صاحب مرکز تو خودی کیا ہے؟ اور خدائی!

یہاں یہ عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اوائل اسلام میں حضرت عمرؓ کے دور تک مسلمانوں کی بے پناہ طاقت کا راز رابطہ ہی تو تھا۔ پوری مسلمان قوم کا ہر فرد اور ہر طبقہ مرکز پہ نہ صرف اعتماد رکھتا تھا بلکہ اُس کا والہ وشیداء اور عاشقِ زار تھا۔ رابطہ اور تنظیم کی اسی اہمیت کے پیش نظر اسلامی عبادات میں نماز، حج اور جہاد کی ترکیب و نہج ایسی رکھی گئی ہے کہ اگر اس پر پوری طرح عمل کیا جائے تو تنظیم کا ڈھانچہ خودبخود تیار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد اسی اصول کے مطابق رکھی گئی ہے۔ رہ جاتی ہے تکمیل و تزئین تو وہ جماعت کے قائد یا رہنما اپنے اپنے وقت یا زمانے کے تقاضوں اور ماحول کے مطابق تھوڑی بہت ترمیم و تجدید کے بعد خود ہی کر سکتے ہیں۔ لہٰذا توحیدی بھائیوں کیلئے میل جول اور رابطے کو نہ صرف لازم قرار دیا گیا ہے بلکہ ہفتہ وار حلقہ ذکر، اور کسی ایک شہر میں مختلف حلقہ ہائے کی صورت ہی کسی ایک جگہ ماہوار اجتماعی حلقہ ذکر اور سالانہ اجتماع کا اہتمام و انعقاد اسی وجہ کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی چراغِ راہ میں

قبلہ انصاری صاحبؒ نے چھٹے سالانہ خطبہ میں فرمایا کہ اس کے علاوہ بھی محافل سجائی جاسکتی ہیں جہاں اللہ اور رسول کی باتوں کے علاوہ روحانی کوائف اور عام گپ شپ کی جاسکتی ہے اور اگر کچھ کھانے پینے کا اہتمام کرلیا جائے تو کیا ہی بات ہے۔! تو حیدی بھائیوں کا یہ مل بیٹھنا اور رابطے ہی میں رہنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ تعمیر ملت میں قبلہ باباجیؒ کا ارشاد ہے: ''ہم یہ یقین کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ وقت دور نہیں جب دنیائے اسلام ایک دفعہ پھر کروٹ لے گی اور جو خواب ہم دیکھ رہے ہیں اُس کی تعبیر مجسم ہوکر سامنے آجائے گی۔'' اس لئے توحیدی بھائیوں کا باہمی رابطہ کس قدر ضروری ہے۔ سلسلے کا کوئی ایک بھی فرد ایسا نہ ہو کہ جسے کوئی تکلیف یا حاجت ہو اور حلقہ یا مرکز اس سے بے خبر رہے اور مداوا کی کوئی سبیل اختیار نہ کی جائے۔ پھر آپ سب بھائیوں کو لِونگ اور ڈیڈ (Living & dead) وائر کا فرق معلوم ہے۔ اگر نہیں تو بانیٔ سلسلہ کی ساری تصانیف کا بار بار مطالعہ کریں گے تو معلوم ہو جائے گا۔ البتہ جن بھائیوں کو قبلہ حضورؒ کی کُتب کے مطالعہ کے ساتھ آپؒ کی صحبت، ذاتی مجالس میں شرکت کا شرف حاصل ہے یا پھر آپؒ کے پردہ فرمانے کے بعد دل جمعی کے ساتھ تعلیمات پر عمل کیا ہے، وہ یہ سب بخوبی جانتے ہیں کہ یہاں لونگ وائر سے ہماری کیا مراد ہے؟

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات پر دل جمعی سے عمل کرنے اور مُرشد کے فیض سے محض چند ماہ میں دل کے اندر ایک خاص قسم کا سُرور، نشہ اور گرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ جو بڑھتے بڑھتے ''الٹرا ہائی پاور'' کی الیکٹرو میگنیٹک ویوز بن جاتی ہیں۔ توحیدی مرید کا قلب الیکٹرو میگنیٹک فلکس (Flux) کا حامل بن جاتا ہے اور کوئی دوسرا انسان اس فلکس کی زد میں آتا ہے تو وہ بھی میگناٹائز ہو جاتا ہے۔ یعنی یہ لہریں اسے بھی عارض مقناطیسی بنا لیتی ہیں۔ ان روحانی لہروں کی فریکوئنسی ہر قسم کی طاقتور ترین لہروں سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اور اس قدر سریع الاثر کہ جسے

ایک بار ''ٹیکہ'' لگ جائے وہ بچ کے نہیں جا سکتا۔ بزرگوں کے فیض کی ٹرانسمشن بعینہٖ اسی طرح ہوتی ہے کہ بہت دُور یہاں تک امریکہ میں بیٹھے اپنے کسی مرید کو ''توجہ'' کے ذریعہ کوئی رکاوٹ پار کرا سکتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے اچھے تعلقات قائم کرنے کیلئے مرکزِ تعمیرِ ملت کو جرانوالہ ہمہ وقت اپنی بے لوث اور فری خدمات پیش کرتا ہے۔ آزمائش شرط ہے۔

گناہ سے نفرت اور گنہگار سے پیار اور دوستی کا درس دیا جاتا ہے۔ جب کوئی میگناٹائز ہو جائے تو پاس انفاس، مجاہدہ یعنی غصہ و نفرت کو نفی کرنا، عالمگیر محبت اور صداقت اپنانا اور راضی برضائے دوست رہنا اختیار کرکے عارضی مقناطیس مستقل مقناطیس بن جاتا ہے اور دیئے سے دیئے کو جلانے کا عمل جاری رہتا ہے۔ باباجی ذکر نفی اثبات کو بیٹری چارجنگ فرمایا کرتے تھے۔

ہم میں اکثر جانتے ہیں کہ اگر کسی تار کو ایک گچھے یا کوائل کی شکل دے کے اسے بجلی کے سورس (Source) سے جوڑ دیا جاتا ہے تو وہ عارضی مقناطیس بن جاتا ہے اور اُس کوائل میں کوئی لوہے کا راڈ یا ٹکڑا گھمایا جائے تو بھی مقناطیسی اثر سے مقناطیس بن جاتا ہے مگر عارضی یعنی اُس وقت تک جب کوائل میں کرنٹ چلتی رہتی ہے۔

ہم اپنے راولپنڈی کے حلقے میں اسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ بھائی جان عتیق عباسی صاحب جو الیکٹرونک و کمیونیکیشن انجینئر بھی فرمانے لگے کہ بیٹری چارجنگ کیلئے بیٹری کا قابل چارج ہونا اور الیکٹرولائٹ کا مناسب حالت میں ہونا بھی تو ضروری ہے۔ بیٹری کے سیل ہی deteriorate ہو چکے ہوں اور الیکٹرولائٹ بھی اپنی پاور کھو چکا ہو تو بھلے بیٹری چارجر سے لگی رہے چارج نہیں ہو گی اور اگر تھوڑی بہت ہو بھی گئی تو جلد ڈسچارج ہو جائے گی۔

فیض ٹرانسمٹ ہوتا ہے مگر ریسیور بھی تو صحیح فریکونسی پہ ٹیون ہو اور اُس میں ریسیپشن کی

اہلیت بھی تو ہو۔قبلہ انصاری صاحبؒ فرمایا کرتے تھے اور تحریر میں بھی موجود ہے کہ جس نے بیعت ہوجانے کے بعد مُرشد سے کبھی رابطہ ہی نہیں کیا۔مُرشد کو اُس کی شکل تو کیا نام تک یاد نہیں تو اُسے خصوصی فیض کیونکر مل سکتا ہے۔

تسلسل سے پاسِ انفاس، بلا ناغہ نفی اثبات، ہفتہ وار حلقہ میں حاضری کے ساتھ حلقہ فنڈ کی ادائیگی کو بھی بانیٔ سلسلہ نے رابطے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔فیس ہی آتی رہے تو سکول سے نام نہیں کٹتا۔

بھائیوں سے رابطے میں رہنے کی وجہ سے طالبین کو فیض ملتا ہے جس سے ان کے ذوق اور طلب میں اضافہ ہوتا ہے۔پُرانے بھائیوں سے سُنا ہوگا کہ پاکستان ایئر فورس میں سروس کے دوران قبلہ انصاری علیہ الرحمہ جس کرسی پر نشست فرماتے تھے، آپؒ سے بعد میں اس کرسی پر بیٹھنے والے صاحب کا قلب جاری ہوگیا تھا۔مجھے وہ کرسی تو نہیں مگر کمرہ دیکھنے بلکہ اُس میں کام کرنے کا شرف حاصل ہے۔قبلہ صاحب سے اس بارے میں جب سوال کیا گیا تو آپؒ نے فرمایا کہ قرآن پاک کے مطابق کائنات کی ہر شئے اللہ کا ذکر اور تسبیح و تہلیل کرتی ہے۔کسی ولیٔ کامل کے جسم سے Touch کرنے سے اس شئے یعنی کُرسی کے ذرّات کی اللہ اللہ تیز ہوگئی جس کا اثر اُس پر بیٹھنے والے پر ہوا۔اگر سُوکھی لکڑی کی کرسی پر اتنا اثر ہوسکتا ہے تو زندہ انسانوں اور اُن کے قلوب کا کیا ہی کہنا۔!

؎ یک ساعت بہ صحبتِ اولیاء
بہتر است از صد سالہ طاعتِ بے ریاء

اللہ کی معرفت اور مقامِ عبدیت

(عبدالقیوم ہاشمی)

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾

ترجمہ: ''اور ہم نے جن وانس کی تخلیق محض اپنی بندگی کیلئے کی ہے''۔ (القرآن)

اس آیت مبارکہ سے ہمیں اپنی زندگی کے اصل مقصد کا پتہ چلتا ہے۔ ہمیں اپنے ربّ اور خالق کی بندگی کو اپنے ارادہ واختیار سے قبول کرنا ہے۔ اس کی خاطر اللہ ربّ العالمین کا درست عرفان ہماری زندگی کی ترجیح اوّل ہونی چاہیے تا کہ حصولِ مقصودِ حیات میں ہم کامیاب ہوجائیں۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت یا شناختِ خدا جسے حاصل کیے بغیر کوئی انسان بندگیٔ ربّ کے تقاضے پورے نہیں کرسکتا۔ اس ضمن میں قرآن کریم ہمیں دو طریقے سکھاتا ہے۔

اوّل: ترجمہ: "جو لوگ اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹے، ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں"۔

دوئم: ترجمہ: "دوسرا عمل وہ یہ کرتے ہیں کہ زمین وآسمانوں کی ساخت میں غور وفکر کرتے ہیں"۔

ان دو امور پہ عمل کرنے والا انسان اللہ تعالیٰ کی موجودگی کو محسوس کرنے لگتا ہے، وہ کائنات کے ہر فعل اور منظر میں اللہ کی کارفرمائی دیکھنے لگتا ہے۔ وہ جب اپنی پیشانی زمین پہ رکھے گا تو اُسے یوں محسوس ہوگا۔ جیسے اُس نے اپنے تن من اپنے ربّ کے قدموں میں ڈال دیا ہے۔ وہ ہر جگہ اللہ کی موجودگی محسوس کرے گا۔ ہواؤں کے جھونکے بھی اُس کو لمسِ ربّانی محسوس ہونگے وہ کسی بھی حسین منظر کو دیکھے گا تو بے اختیار اُس کے منہ سے یہی بات نکلے گی: فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنo الغرض ہر چیز میں ایسے مومن کی روح اپنے خالق کی قدرت کو دیکھتی ہے اور حیرت کے سمندر میں غرق رہتی ہے۔ جو شخص ان دو امور پر عمل کرتا ہے (یعنی ہر لحظہ اللہ کی

یاداور تفکر و تدبر کائنات کرتا ہے)وہی حقیقتاً اللہ کا مقرب بندہ بنتا ہے اور اللہ کے آگے عجز و بندگی کا اظہار کرتا ہے اور مقامِ عبدیت پہ فائز ہوکر ہدایت یافتہ اور فلاح یافتہ کہلاتا ہے۔ شرط صرف اتنی ہے کہ وہ اللہ کی یاد اور تفکر کائنات میں ہمہ تن مشغول رہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی نشانیوں کے ذریعے ہر فرد کو اپنے دیدار کی دعوت دیتے ہیں۔ چنانچہ **سورہ الجاثیہ** آیت:۳تا۶ میں ارشادِ ربّانی ہے:

ترجمہ: ''حقیقت یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں مومنین کیلئے بے شمار نشانیاں ہیں۔ اور تمہاری اپنی پیدائش میں اور ان حیوانات میں جن کو اللہ (زمین میں) پھیلا رہا ہے۔ بڑی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کیلئے جو یقین رکھتے ہیں۔ اور شب و روز کے فرق و اختلاف میں، اور اُس رزق میں جسے اللہ آسمان سے نازل فرماتا ہے پھر اُس کے ذریعے سے مردہ زمین کو جلا اُٹھاتا ہے، اور ہواؤں کی گردش میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کیلئے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جنہیں ہم تمہارے سامنے ٹھیک ٹھیک بیان کر رہے ہیں، پھر آخر اللہ اور اس کی آیات کے بعد اور کون سی بات ہے جس پر یہ لوگ ایمان لائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ کی دائمی یاد اور اُس کی نشانیوں پہ غور و فکر ہی سے اللہ کی معرفت اور عظمت کا ادراک حاصل ہوتا ہے اور یہی طرزِ عمل کامل بندگی ربّ کا ذریعہ بنتا ہے۔ اللہ ربّ العالمین کی معرفت اور عظمت کے ادراک سے محرومی کے سبب ہی آج مسلمان بے عقلی اور کج فہمی کا شکار ہیں اور اپنی اس کوتاہی کا ذمہ دار اقوامِ عالم کو قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں مومنوں کو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے اسوۂ حسنہ کو اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے اور قرآن ہی سے ثابت ہے کہ آپ علیہ السلام نے تفکر کائنات کی بدولت اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کی۔ آپؑ نے جب شعور کی زندگی میں قدم رکھا تو بتوں کی بے بسی کو دیکھا کرتے تو کہتے! یہ خدا کیسے ہوسکتے ہیں! اسی طرح جب چاند سورج اور ستاروں کی آب و تاب اور طلوع و غروب کو دیکھ کر غور و فکر کرتے ہوئے پکار اُٹھے کہ ڈوبنے والا میرا خدا نہیں ہوسکتا اور بالآخر اس نتیجے پر پہنچے کہ خدا وہ ہے جو تمام کائنات کا پروردگار ہے ہمیشہ سے قائم و دائم، زندہ سب کو پیدا کرنے والا اپنے کمال میں لازوال

،اپنی صفات میں بےنقص وعیب، وہ اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں،جس کا کوئی باپ ہے نہ ماں اور نہ ہی اولاد،وہ اکیلا اور یکتا اور بےمثل ہے۔وہ عزیز و جبّار، قدّوس و قہار،رحیم و کریم ہے وہ اللہ ربّ العالمین ہے۔

قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا طرزِ زندگی انہیں قرآنی حقائق پر تھا،وہ ہر لحظہ اللہ کی یاد میں مشغول رہتے تھے اور ساتھ ساتھ اللہ کی تمام پیدا کردہ تخلیق پر غور و فکر کرتے تھے۔جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور قرب سے بہرہ مند تھے اور اللہ ان سے راضی تھا۔اس کے برعکس آج کا مسلمان اللہ کی ہر لحظہ یاد سے بالکل نا آشنا ہے۔اور کائنات میں غور و فکر ترک کر کے اسے سائنس دانوں کا فریضہ سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے فرمان کی صریح خلاف ورزی کر رہا ہے۔اسی حالت کو دیکھ کر علامہ اقبالؒ فرما گئے:

ؔ کہوں کیا میں اس بے بصر کا

نہ خودبیں،نے خدا بیں،نے جہاں بیں

یوں آج مسلمان اللہ کی یاد(یذکرون اللّٰہ) کی غفلت سے اللہ کی محبت،طلب وخلوص اور اس کے ساتھ ہم آہنگ ہونے یعنی اس کی رضا سے محروم ہو چکا ہے۔جس کی وجہ سے مسلمانوں کی اکثریت رسم و رواج اور ظاہر پرستی کی اسیر دکھائی دیتی ہے۔اور یہی وجہ ہے کہ آج متعصب اور سخت گیر مسلمان بن رہے ہیں۔حالانکہ جو اللہ کی محبت میں مبتلا شخص ہو وہ انتہائی با اخلاق،نرم خو اور اعلیٰ کردار کا حامل ہوتا ہے۔قرونِ اولیٰ کے مسلمان ایسے ہی ہوا کرتے تھے،وہ صاحب کردار لوگ جہاں گئے وہاں اسلام کی اعلیٰ خصوصیات کے ان مٹ نقوش چھوڑ آئے۔

مسلمان کی طرزِ زندگی کی بنیاد صرف اللہ کی محبت اور خلوص پر تھی۔اللہ کی محبت اور خلوص ہی دراصل روحِ اسلام ہے۔چنانچہ اس محرومی کے سبب مسلمان مذہبی فرقوں اور گروہوں میں بٹ کر اللہ تعالیٰ سے بہت دُور چلے گئے ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے،یقیناً (اے پیغمبر)

ان سے آپ ﷺ کا کوئی واسطہ نہیں''۔(سورہ الانعام:۱۵۹)

لہٰذا جس کا پیغمبر سے واسطہ نہ رہے اس کا اللہ سے کیا تعلق قائم رہ سکتا ہے۔اللہ کی معرفت اللہ کے سوا تمام عظمتوں اور خود ساختہ عقیدوں کو نیست و نابود کر دیتی ۔اللہ کے سوا دوسروں کی عظمت ماننے کا نام شرک اور اپنی عظمت ماننے کا نام کبر کہلاتا ہے۔

اللہ پر تقلیدی عقیدہ ایک بے جان جسم کی مانند ہے، جبکہ عملی توحید(جو اللہ سے محبت، خلوص اور اسکی عظمت کے ادراک پہ مبنی ہے) اللہ کو اس کی اتھاہ قوتوں کے ساتھ اس کو دیکھ لینے کا نام ہے۔اللہ تعالیٰ کی محبت ایسے شخص کی روح میں بھونچال لے آتی ہے۔اس سلسلے میں امام احمدؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز منبر پر سورہ زمر کی آیت تلاوت فرمائی اور اس دوران رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھ کو حرکت دے رہے تھے اور آگے پیچھے ہو رہے تھے۔''اللہ اپنی بزرگی بیان کرے گا اور کہے گا کہ میں جبار ہوں، میں متکبر ہوں، میں بادشاہ، میں عزیز و کریم ہوں۔کہاں ہیں زمین کے بادشاہ! یہ کہتے ہوئے رسول اللہ ﷺ پر لرزہ طاری ہو گیا حتیٰ کہ ہم نے کہا کہ آپ ﷺ منبر کے ساتھ گر پڑیں گے۔

جب ایک آدمی اللہ کا حقیقی ادراک کرتا ہے تو ویسی ہی حالت ہوتی ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کی ہوئی۔آج کا انسان دنیا جہاں کی معلومات لیے ہوئے ہے مگر جب معاملہ اللہ کی ہستی اور اس کی قدرتوں کے متعلق آ جائے تو سب کو چپ سی لگ جاتی ہے۔کائنات اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے، وہ مخلوق کے روپ میں خالق کی تصویر دکھاتی ہے، جو شخص کھلے ذہن کے ساتھ کائنات کو دیکھے گا وہ اس کے اندر سے اللہ کو پالے گا۔کائنات میں غور و فکر سے دراصل اللہ کی ان گنت حکمتوں سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔بقول شخصے

" We are studying the mind of God"

حضور نبی کریم ﷺ یہ دُعا کثرت سے مانگا کرتے تھے کہ:اے اللہ! ہمیں تمام اشیاء کی اصل (حقیقت) سے آگاہ فرما۔''

اللہ کی یاد سے غفلت نہ صرف اللہ سے دُوری کا سبب بنتی ہے بلکہ ایسے غافل شخص پہ شیطان غلبہ پالیتا ہے۔فرمان الٰہی ہے: جو شخص رحمٰن کے ذکر سے تغافل برتا ہے، ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں اور وہ اس کا رفیق بن جاتا ہے۔'' (سورہ الزخرف:۳۶)

ہمارے اکابرین ہمیں بار بار ذکر الٰہی کی تلقین فرماتے رہے ہیں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا کہ تو اگر اللہ کو ایسے پکارے کہ تیرے دل میں اللہ کے سوا اور کوئی نہ ہو تو تیرا اسمِ اعظم ہے۔

جیسا کہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ بانیٔ سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے ہمیں اسلام کی انہی زندگی بخش تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا ہے۔آپؒ کی تمام تعلیمات اللہ کی یاد، اعلیٰ اخلاق کے حصول اور اللہ کی نشانیوں پہ غور و فکر پر مبنی ہیں۔آج ہم لوگ مختلف علوم کے حصول کیلئے بیس، پچیس سال تو بے دریغ خرچ کر دیتے ہیں مگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دی ہوئی ہدایات پر عمل کرنے کیلئے ہمارے پاس وقت نہیں بچتا۔ایسے میں اللہ جو ہماری زندگی کی سب سے بڑی حقیقت ہے، اس کی معرفت اور شناخت سے محرومی کا شکوہ کرنا بے معنی بات ہے۔

اب کرنے کا صرف یہ کام ہے کہ اللہ کی یاد اور اللہ کی نشانیوں پر تفکر کے ذریعے اللہ کی محبت اور عظمت پا کر اللہ کی کامل بندگی اور عبدیت کے مراحل طے کریں۔بقول علامہ اقبالؒ:

فقرِ قرآن ؟ اختلاطِ ذکر و فکر
فکر را کامل نہ دیدم جز بہ ذکر

خودشناسی ہی خداشناسی ہے

(عبدالرشید ساھی)

انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا حسین ترین شاہکار ہے۔مسجود الملائک ہے،خلیفۃ الارض ہے۔ خدا نے اس کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔آیئے! قرآن حکیم سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے سورۃ **الحجر** آیت نمبر 28 تا 31 میں ارشاد فرمایا ہے: ''اور جب کہا تیرے ربّ نے فرشتوں سے، کہ میں بناؤں گا ایک بشر کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے۔پھر جب ٹھیک کروں اس کو۔اور پھونک دوں اس میں اپنی روح۔تو گر پڑنا اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے پس سجدے میں گر گئے فرشتے سب کے سب۔سوائے ابلیس کے،انکار کیا اس نے،اس سے کہ ہو وہ شامل سجدہ کرنے والوں میں۔لہٰذا وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ کا اعزاز صرف انسان کو عطاء کیا گیا۔اس میں اور کسی مخلوق کو شامل نہیں کیا گیا اسکی برکت سے ہی انسان کو اشرف المخلوقات کا منصب عطاء ہوا اور رسالت و نبوت کا اعزاز بھی اس کی اولاد کے لئے وقف کر دیا گیا اور اسی بناء پر فرشتوں سے اسے سجدہ کروایا گیا۔اس لئے ضروری ہے انسان خود آگاہی بھی حاصل کرے، انسانیت کا احترام بھی کرے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''ساری مخلوق میرا کنبہ ہے''مخلوق سے محبت اس واسطے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی بنائی ہوئی اور اس کی سب سے پیاری نشانی ہے اور اُس کی بہت ساری صفات کی مظہر بھی ہے۔اور خدا تعالیٰ ہی آدم علیہ السلام کے معلم ہیں علم کی بدولت فرشتوں پر آدم علیہ السلام کی فضیلت ثابت کر کے یہ اصول قائم کر دیا گیا کہ دنیا میں جو بھی قوم اپنی علمی برتری ثابت کرے گی اقوام عالم کی قیادت صرف اسی کا حق ہوگا۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

؎ جو عالم ایجاد میں ہے صاحبِ ایجاد
ہر دور میں کرتا ہے طواف اس کا زمانہ

کھولی ہیں شوق دید نے آنکھیں تیری اگر
ہر راہ گزر میں نقش کفِ پائے یار دیکھ

نبی رحمت عالم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے "مَن عَرَفَ نَفْسَہٗ، فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا گویا اس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا۔ یعنی عرفان ذات ہی عرفان باری تعالیٰ ہے۔

علامہ اقبالؒ نے اپنے کلام میں لفظ خودی کا استعمال بہت زیادہ کیا ہے۔ میرے اپنے خیال میں علامہ اقبالؒ نے لفظ خودی کو خود شناسی کے طور پر شاعری میں استعمال کیا ہے آپؒ فرماتے ہیں:

خودی کیا ہے! رازِ درونِ حیات
خودی کیا ہے! بیداریٔ کائنات

انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی حقیقت سے آشنا ہو کر منصب خلافت سے آگاہ ہو، چشم قلب کو مشاہدات نفسانیہ سے بچائے تا کہ انوار و تجلیاتِ حق کا مشاہدہ ہو سکے۔ اپنے حواس باطنیہ کو احساسات نفسانیہ سے محفوظ رکھے، تا کہ حق تعالیٰ کے اسرار و حقائق کا ادراک حاصل ہو سکے۔ پانی کی تلاش مت کرو۔ پیاس پیدا کرو! تا کہ نیچے اور اوپر سے پانی اُبلنے لگے اپنے اندر شوق تجسس اور شوق طلب پیدا کرو پھر مطلوب خود تمہاری طلب کے درپے ہوگا۔ ایک مرتبہ محفل میں قبلہ ڈار صاحبؒ فرمانے لگے کہ خدائی رازوں کو Open کرنے کے لئے جب کوئی سائنسدان اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ سے بھی بیگانہ ہو جاتا ہے، اپنی نفی کر دیتا ہے جستجو کی شدید ترین طلب منزل کو قریب کر دیتی ہے اور فطرت کی طرف سے بنا بنایا ڈرافٹ اس کو مل جاتا ہے۔ اگر آج بھی کوئی بچہ پانی کی شدید طلب میں زمین پر ایڑی رگڑے تو آب زم زم

جاری ہوسکتا ہے۔شرط یہ ہے کہ پیاس کی شدت کا مقام وہ آجائے جو حضرت اسماعیلؑ پر آیا تھا اسی لئے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

یہ پیام دے گئی ہے نسیم صبح گاہی
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پادشاہی

ہوا گر ابراہیم کا سا ایماں پیدا
تو آگ آج بھی کرسکتی ہے انداز گلستان پیدا

افعال کے انجام پرنظر رکھنا تمہارے نور بصیرت کی نشانی ہے اور موجود خواہش نفسانی میں گرفتار رہنا درحقیقت تمہارے اندھے پن کی علامت ہے ۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ خلیفۃ اللہ ہونے کا حق صرف وہی انسان رکھتا ہے جو اپنے نفس کا عرفان حاصل کرے:

جب عشق سکھاتا ہے آداب خودآگاہی کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی

تیرا جوہر ہے نوری پاک ہے تو فروغ دیدۂ افلاک ہے تو
تیرے صید زبوں افرشتہ وحور کہ شاہین شہ لولاک ہے تو

خود اپنے اسرار و رموز سے واقفیت اور اپنی حقیقت سے آگاہی ہی اصل دین ہے انسان اللہ تعالیٰ کی امانت کا امین ہے۔اسے غافل نہیں ہونا چاہیے۔اگر تو حق تعالیٰ کے جلوہ کو دیکھنا چاہتا ہے تو پہلے اپنے آپ کو دیکھ! اگر انسان اپنے آپ سے آگاہی حاصل کرلے تو ذات حق کو بے پردہ دیکھ سکتا ہے۔دیدار حق کے لئے شرط اول یہی ہے کہ تو خود اپنی نظر سے پوشیدہ نہ ہو۔

؎ اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

خودآگاہی سے یدُاللّٰہی حاصل ہوتی ہے اور یدُاللّٰہی سے شہنشاہی۔ اگر تو اپنی حقیقت سے آگاہ ہو جائے تو تیری خودی تجھ پر آشکارا ہو جائے اور تیری تمام بدبختی ختم ہو جائے اور پھر تو ہر برے کام سے خود اجتناب کرنے لگے یہی نہیں اگر تو اپنی خودی کو محکم کر لے تو، تو اس بزم جہاں کو بھی درہم برہم کر سکتا ہے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

؎ حضورِ حق سے اسرافیل نے میری شکایت کی
یہ بندہ حشر سے پہلے قیامت کر نہ دے برپا

تو زندگی کے رموز سے باخبر ہو جا اور غیر اللہ سے بے خبر۔ خودشناسی کے نور سے اپنے آپ کو زندہ کر اس کے بغیر تو مردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اس وقت سجدہ کا حکم دیا جب اس پتلائے خاکی میں اپنی روح داخل فرمائی۔ اور روح کیا ہے! یہ انسان کی حقیقی زندگی ہے کیونکہ روح حکم رَبیّ ہے۔ اس کے بغیر انسانی جسم مردہ ہے علامہؒ فرماتے ہیں۔

تیرا تن روح سے ناآشنا ہے عجب کیا آہ تیری نارسا ہے
تن بے روح سے بیزار ہے حق خدائے زندہ زندوں کا خدا ہے

اس خاکی پتلے کو ایسے نہ دیکھ بلکہ یقین کے ساتھ دیکھ کہ ہفت آسمان کی گردش کا مرکز ہی انسان ہے۔ انسان ہی تمام کائناتوں کا مہمان خصوصی ہے۔ باباجان ڈار صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ کسی ملک کا صدر اگر اروڑی پر سے گلے سڑے پھل اٹھا کر کھانے شروع کر دے، تو لوگ کہیں گے کہ دماغ چل گیا ہے، پاگل ہو گیا ہے اور اگر جہانوں کا صدر اور اس کائنات کا

مہمان خصوصی اگر گند کھانا شروع کر دے تو کیا اس کے پاگل پن میں کوئی شک رہ جائے گا! انسان تو انسان رہے، اب تو حیوانوں کی خوراک بھی ملاوٹ سے پاک نہیں ملتی اور رحمت عالم کا ارشادگرامی ہے کہ ''ملاوٹ کرنے والا ہم میں سے نہیں'' ۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

بھروسہ کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر
کہ دنیا میں فقط مردانِ حر کی آنکھ ہے بینا

جناب سلطان باھوؒ فرماتے ہیں:

ایہ تن ربّ سچے دا حجرا وچ پا فقیرا جھاتی ھو
نہ کر منت خواج خضر دی تیرے اندر آب حیاتی ھو

محبوب سے باھوش اور غیروں سے بے ہوش اور بے خبر ہونا ہی تکمیل انسانیت کی علامت ہے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

یہی انسان ہے سلطان بحر و بر کا — کہوں کیا ماجرا اس بے بصر کا
نہ خود بیں نے خدا بیں نے جہاں بیں — یہی شاہکار ہے تیرے ہنر کا

خودشناس انسان عوام کے بجائے خواص میں شامل ہوتا ہے اور اس کیلئے اپنا مرتبہ پہچاننا آسان ہوجاتا ہے۔ ہوا و ہوس میں گرفتار رہنا ہی جہالت کی نشانی ہے۔اس سے بڑی گمراہی اور بے حیائی کیا ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ بھی بددیانتی سے خالی نہیں ہم نے بات بات پر جھوٹ بولنے کا روّیہ اپنالیا ہے اور جھوٹ ہی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔تمام انبیاء زمانہ میں سچائی سے رہے اور مکمل کامیابیاں حاصل کیں۔انسانوں کو شیطان نے ایسا ورغلایا ہے کہ وہ اس عارضی زندگی کی خاطر ہمیشہ رہنے والی زندگی تباہ کر رہا ہے۔ علامہؒ فرماتے ہیں۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا اپنی زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا

پیارے بھائیوں کتنی عام فہم بات ہے جو کرے گا سو بھرے گا۔ اور جو بوئے گا سو کاٹے گا ہر انسان کو اپنا بوجھ خود اٹھانا ہوگا نبی کریم ﷺ نے فرمایا کتنا بد بخت ہے وہ انسان جو دوسروں کی دنیا بہتر بنانے کی خاطر اپنی عاقبت برباد کر لے۔

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

بٹھا کے عرش پر رکھا ہے تو نے اے واعظ!
خدا وہ کیا ہے! جو بندوں سے احتراض کرے

آیئے دعا کریں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اپنے دلی مقاصد میں کامیاب اور بامراد فرمائے دین دنیا کی دولتوں سے مالا مال کرے اپنی راہ پر اور زیادہ خلوص اور جوش سے چلنے کی توفیق دے اپنی اور اپنے محبوب کی محبت کے نور سے آپکے دلوں کو جگمگا دے اور آپ کی روحوں کو تڑپا دے۔ ہمیشہ صراط مستقیم پر قائم رکھے اور اپنے پیارے رسول نبی ﷺ کے صدقے یہ ہمت دے کہ آپ اُمت محمد ﷺ کی خدمت اور فلاح و بہبود کیلئے اپنی جان اپنی روح اور اپنے جسم کا ایک ایک ذرّہ نچھاور کر دیں اور اجتماع میں ہر طرف خلوص پریم اور محبت ہی محبت ہے۔

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

آزاد کا اندیشہ حقیقت سے منور محکوم کا اندیشہ گرفتار وخرافات
محکوم کو پیروں کی کرامت کا سودا ہے بندۂ آزاد خود اک زندہ کرامات

عمل

(محمد بن یعقوب)

؎ عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

علامہ اقبالؒ کے اس شعر کا مطلب ہے کہ یہ ہمارے اعمال ہیں جو کہ نہ صرف ہماری زندگی بناتے ہیں بلکہ یہی اعمال اس بات کا تعین کریں گے کہ ہم جنت میں جائیں گے یا دوزخ میں ورنہ فطری طور پر ہم نہ نوری (مطلب فرشتے) اور نہ ناری (مطلب جن یا شیطان) ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں نوازا اور یہ ہم پہ چھوڑ دیا کہ ہم پیارے نبی ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی گزار کر دنیا میں بھی کامیاب ہوں اور آخرت میں بھی سرخرو ہوں۔ یہی عقل ہے جو کہ انسان کو فرشتوں اور دوسری مخلوقات سے نمایاں کرتی ہے۔ ہم اپنے اعمال کی وجہ سے اللہ کے پسندیدہ بندوں میں شامل ہو سکتے ہیں۔

اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے اللہ عمل کو بہت اہمیت دیتا ہے۔ ہمارا چھوٹے سے چھوٹا نیک اور اچھا عمل رائیگاں نہیں جاتا اور اللہ ہمیں اس کا اجر دے گا۔ بے شک وہ عمل رستے میں پڑے ہوئے پتھر کو ہٹانے کا ہی کیوں نہ ہو کہ دوسرے انسان کو تکلیف نہ ہو۔

اللہ بے نیاز ہے اس کے لیے ممکن ہے کہ وہ آپ کے کسی چھوٹے سے عمل کے بدلے آپ کی ساری زندگی کے گناہ معاف کر دے چاہے وہ سمندر کی جھاگ کی مانند ہی کیوں نہ ہوں۔

ہماری نیت اللہ کو خوش کرنے کی ہو نہ کہ دنیا کو دکھانے کی۔ کیونکہ اللہ ہماری نیت کے خلوص کو دیکھتا ہے۔ اللہ آپ کے صدقے کے دیے پیسے کو نہیں گنتا وہ چند روپے ہوں، کچھ ہزار یا لاکھ۔ اللہ دیکھتا ہے کہ یہ پیسے میری خوشنودی کے لیے دیے گئے ہیں یا دنیا کو دکھانے کے لیے۔

یہی اعمال اور اچھی نیت ہمیں اس دنیا میں بھی کامیاب کر سکتی ہے اور آخرت میں بھی

اللہ ہمیں اپنی نیتوں کو صاف رکھنے اور اچھے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کثرت ذکراوراس کے اثرات

(سید عابد کبیر شاہ)

مفہوم:۔

کیاصرف تسبیح حمداور تکبیر کا نام ہی ذکر ہے؟ یقیناً اس میں کوئی شک نہیں کہ زبان سے اللہ کی حمد و ثناء زبان سے اللہ کی تسبیح، زبان سے اللہ کی کبریائی کا بیان، زبان سے اللہ کی توحید کا اقرار کرنا اور زبان کو اس کے ذکر کے اندر مشغول رہنا چاہیے۔

لیکن قرآن مجید میں ذکر کا لفظ زبانی ذکر سے کہیں زیادہ وسیع مفہوم کے لیے استعمال ہوا ہے۔ بقول قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ:

'' ذکر کی غایت یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کی یاد ہمارے دل اور سانسوں میں رچ بس جائے ہمارا کوئی لمحہ اللہ تعالٰی کی یاد سے خالی نہ گزرے۔ جو دم غافل سودم کافر۔ ہر لمحہ ہمارا جسم وہ کام کرے ہمارے دل کے اندر وہ دھیان، خیال اور نیت ہو اور ہماری زبان پہ وہ کلمات ہوں جو اللہ تعالٰی کو پسند ہوں ہاتھ پاؤں اللہ تعالٰی کی مرضی کے خلاف نہ اُٹھیں دل میں ہر وقت یہ خیال ہو کہ اللہ تعالٰی میرے ساتھ ہے، مجھے دیکھ رہا ہے وہ کتنا مہربان، کتنا عظیم اور حکیم ہے اس سے ملاقات کرنی ہے اسی نے ہر کام کا اجر دینا ہے اور عذاب بھی اُسی نے دینا ہے تو یہ بھی ذکر ہے جب زبان اس کی کبریائی اس کی حمد اس کی تسبیح اور اس کی الوہیت بیان کر رہی ہو تو یہ بھی ذکر ہے''۔

﴿ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوب ﴾ (الرعد۱۳:۲۸)

''جان لو اللہ کے ذکر سے ہی دل اطمینان پاتے ہیں''۔

یعنی نفس، نفس مطمئنہ کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے چنانچہ یہ بات ثابت ہو جاتی ہے

کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھنے کی راہیں کھلتی ہیں منزل تک پہنچنے میں اور شیطان کے مکروفریب سے بچنے میں آسانی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی رضاءوالے اعمال کرنے کی طرف رغبت ہوتی ہے اور دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے مطمئن رہتا ہے۔آغاز رسالت کے پہلے لمحے سے آخری لمحے تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ہدایت اور وحی آئی وہ کسی نہ کسی صورت میں ذکر کی ہدایت،ذکر کی تاکیداور ذکر کی تعلیم لے کر آئی یا خود ذکر کی صورت میں آئی۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی اپنے محبوب بندوں کی صفات بیان کیں وہاں کسی نہ کسی صورت میں ذکر کی صفات بھی بیان کیں۔ذکر کرنا اور کثرت سے کرنا۔

وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيراً وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْراً عَظِيماً

(الاحزاب۳۳۔۳۵)

''کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور کثرت سے اللہ کو یاد رکھنے والی عورتیں جن کیلئے اللہ تعالیٰ نے بخشش اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔''

کئی جگہ حکم بھی فرمایا:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيراً لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (الجمعه ٦٢: ١٠)

ترجمہ: ''جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو جائے''۔

فلاح کا حصول بھی اللہ کے ذکر میں رکھا گیا ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں اُن کی مثال زندہ لوگوں کی ہوتی ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف راغب نہیں ہوتے اپنے نفس کے غلام بن جاتے ہیں وہ مردہ کی مانند ہوتے ہیں۔زندگی اور موت

کا ایک پیانہ تو جسمانی ہے لیکن زندگی اور موت کی ایک صورت وہ ہے جس کا سانس کے آنے جانے سے اور اُٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ روحانی زندگی ہے ۔اگر دل اللہ کی یاد سے معمور ہے تو ہم زندہ ہیں اور اگر دل اس کی یاد سے خالی ہے تو پھر ہم مردہ ہیں ۔یہ اللہ کی یادوہ چیز ہے جس سے اگر آدمی غافل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان تو ہوتا نہیں لیکن آدمی خود اپنے نفس کی فلاح و بہبود سے اور اپنے نفس کے حقیقی مفاد سے ہی غافل ہو جاتا ہے ۔قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (الحشر ۵۹:۱۹)

''اور نہ ان لوگوں کی طرح ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تو اللہ نے بھی اُنہیں خود (ان کا) اپنا نفس بھلا دیا ۔یہی لوگ نافرمان ہیں''۔

ذرا اس پر غور کریں! اللہ سے غافل ہو کر ہم خود اپنے نفس ،اپنی بہتری ،اپنے مقصد حیات اور غایت تخلیق سے غافل ہو جاتے ہیں دنیا میں بھی نقصان اُٹھاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی جنت انعام سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے۔

﴿ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴾ (البقرہ ۲:۱۵۲)

ترجمہ: ''سو مجھے یاد رکھو میں تم کو یاد رکھوں گا اور میرا شکر کرو اور ناشکری مت کرو''

جو انسان اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے جڑا رہتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس انسان کو یاد رکھتا ہے جو انسان اللہ کو بھول جاتا ہے تو پھر وہ نقصان میں رہتا ہے اپنی منزل سے دور ہو جاتا ہے اپنے مقصود حیات سے دور ہو جاتا ہے ۔ذکر کی مکمل تعبیر اور اس کے اصل معنی نماز میں غور کرنے سے کھل کر سامنے آ جاتے ہیں نماز کا پورا مقصد ہی اللہ تعالیٰ کی یاد کو زندگی کے

اندر جاری وساری کرتا ہے۔

﴿ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ﴾ (طٰہٰ ۲۰:۱۴) ترجمہ: ''اور نماز قائم کرو مجھے یاد رکھنے کیلئے۔''

نماز پنجگانہ میں ہم اللہ کے حضور حاضر ہوتے ہیں تو نماز بھی اللہ کی یاد کے لیے قائم کی جاتی ہے کہ ہم اپنے مقصود حیات سے دور نہ ہوں۔ اللہ کی یاد سے غافل نہ ہوں اس طرح ایک نمازی بہت سی برائیوں سے بچ جاتا ہے نماز بندے کو اللہ کے قریب کرنے کا ایک ذریعہ ہے نماز میں آپ کا پورا جسم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے سر اس کے آگے جھکا ہوتا ہے ہاتھ بندھے ہوتے ہیں پیشانی اُس کے آگے ٹکی ہوتی ہے زبان دل اور جسم کے ان سارے کاموں کا مجموعہ ذکر ہے اسی سے اللہ کی یاد زندگی کے اندر قائم اور جاری وساری ہوتی ہے۔ ذکر اجتماعی کا مقام اس بات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں ایک طرف یہ فرمایا کہ ''مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا'' وہاں ایک حدیث قدسی میں اس کی مزید تشریح یوں فرمائی کہ ''جو مجھے اپنے دل کے اندر اپنے جی میں یاد کرتے ہیں میں اُن کو اپنے دل اپنے جی میں یاد کرتا ہوں اور جو میرا ذکر کسی مجلس میں کریں گے تو میں اُن کا ذکر اس سے کہیں زیادہ بہتر مجلس میں کروں گا''۔(بخاری۔ مسلم)

ذکر کے اجتماعی حلقوں کے سلسلہ میں حدیث مبارکہ ہے۔

''حضور نبی کریم ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ فرشتے اس کام پر مامور ہیں کہ وہ راستوں میں چکر لگائیں گھومیں پھریں اور اُن لوگوں کو تلاش کریں جو اپنی زندگیاں اللہ کی یاد میں مشغول گزار رہے ہیں فرشتوں کے ان مطلوب بندوں کو اس حدیث میں اہل ذکر کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے جب یہ فرشتے کوئی ایسا گروہ پا جاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ آؤ یہی تو وہ چیز ہے جس کو ہم تلاش کر رہے تھے پھر وہ ان کو اپنے پروں سے آسمان تک ڈھانپ لیتے ہیں اس کے بعد اس حدیث میں رب اور فرشتوں کے درمیان مکالمے میں ذکر کی حقیقت

،اس کی روح،اس کی صورت اوراس کی بشارتوں کا بیان ہے ۔(بخاری و مسلم)

یہ ذکر ہماری غفلت کا علاج ہے یہ ذکرہمیں اللہ تعالٰی کے قریب کرتا ہے یہ ذکر ہمیں اپنے مقصد حیات ، بھلائی یعنی خیر سے آگاہی اور دل و دماغ کے اندر جاری و ساری کرنے والا ہے اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہم اللہ کے دین کو قائم کرنے اور اللہ تعالٰی کی معرفت بقاء اور دیدار کے حصول کی خاطر اللہ کے ذکر پر خصوصی توجہ دیں ۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر اللہ کے ذکر کے حلقوں میں شمولیت اختیار کر کے اور اپنے انفرادی ذکر اذکار پر پوری تندہی سے عمل کر کے وہ تمام ثمرات اور انعامات سمیٹ سکتے ہیں جس کا وعدہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے ۔کثرت ذکر کے اثرات ہماری زندگیوں پر اثر انداز ہوتے ہیں آہستہ آہستہ دل میں گناہوں سے نفرت ہو جاتی ہے شیطان کے مکر وفریب سے بچنا آسان ہو جاتا ہے نیکیوں کی طرف رغبت بڑھ جاتی ہے ۔

﴿ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيْلا ﴾ (المزمل: آیت ۸)

ترجمہ: ''اپنے ربّ کے نام کا ذکر کر،اور سب کو چھوڑ کر صرف اللہ کا ہو جا''۔

اللہ تعالٰی کا ذکر کرتے رہنے سے بندے کے اندر ایسی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالٰی کے علاوہ سب کو چھوڑنا آسان ہو جاتا ہے اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی بندے کا دلی تعلق اللہ تعالٰی سے جڑ جاتا ہے اور اس کا کوئی فعل ایسا نہیں ہوتا جو اللہ کی ناراضگی کا سبب بنے ۔

دست بکار و دل بیار والی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے بندہ اپنے دنیاوی کام بھی کرتا رہتا ہے اور اس کا دل اپنے محبوب اللہ تعالٰی سے جڑا رہتا ہے پھر ایک لمحہ کیلئے بھی اللہ تعالٰی کی یاد سے غافل نہیں رہا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کی پہچان

(پروفیسر شبیر شاہد)

اگر کسی کی محبت کا اندازہ لگانا ہو تو اس کی دعاؤں کو دیکھو کہ وہ اللہ سے کیا مانگتا ہے۔ ہاتھ اٹھائے کاروبار، مال، دنیا کی عزتیں، عہدے مانگ رہا ہے تو دنیا کی محبت غالب ہے۔ اگر رب العزت سے اللہ کا تعلق، اس کی رضا، قیامت کی کامیابی مانگ رہا ہے تو دل میں اللہ کی محبت غالب ہے۔ ویسے اللہ تعالیٰ کی ذات سے اللہ کو مانگنا چاہیے کسی بزرگ نے کہا ہے کہ جس انسان نے کسی مخلوق سے محبت کی ایک نہ ایک دن مخلوق سے جدا کر دیا جائے گا اور جو انسان رب العزت سے محبت کرے گا ایک نہ ایک دن اللہ سے ملا دیا جائے گا۔ دو فتنے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول میں رکاوٹ ہیں:

(1) جمال کی محبت (2) مال کی محبت

مرد کے دل میں جمال کی محبت اور عورت کے دل میں مال کی محبت شدید ہوتی ہے۔ آج کل کی نسل ان دو پھندوں میں پھنسی ہوئی ہے اور ان دونوں نے اللہ سے دور کر دیا ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں انسان کے دل پر مصیبتیں اس کی آنکھوں کی بناء پر آتی ہیں جس کی آنکھ قابو میں نہیں اس کا دل قابو میں نہیں اور جس کا دل قابو میں نہیں پھر اس کی شرم گاہ قابو میں نہیں اور یہ سو فیصد پکی بات ہے۔ اس لئے اپنی نگاہوں کو محفوظ رکھنا۔ دل محفوظ رکھنے کا سب سے پہلا طریقہ یہی ہے۔

مقصود حقیقی اللہ کی ذات ہو، جتنی انسان کے دل میں اللہ رب العزت کی محبت زیادہ ہو گی اتنا اللہ کے ہاں اس کا درجہ زیادہ ہو گا۔ یہ محبت الٰہی انسان کی زندگی کا مقصود ہے اسلئے عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدہ تصورات!

اللہ والے فرماتے ہیں کہ شیطان عابد، عالم، عارف تھا لیکن اس میں عشق الٰہی نہیں تھا اس لئے ٹھوکر کھا گیا۔

اللہ کی محبت نور ہے مخلوق کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے سوا ظلمت ہے۔ہم دنیا سے محبت کے لئے نہیں اللہ رب العزت سے محبت کرنے کے لئے آئے ہیں۔اللہ تعالیٰ سے محبت ہی ہماری زندگی کا مقصد ہے۔اللہ کی محبت عجیب چیز ہے

کتنی وابستہ ہے تسکین تیرے نام کے ساتھ
نیند کانٹوں پہ آ جاتی ہے آرام کے ساتھ

اللہ تعالیٰ کے نام میں عجیب لطف اور عجیب مزا ہے اس لئے اللہ والوں کو اللہ، اللہ کا ذکر اچھا لگتا ہے

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

والذین آمنو اشد حباً للہ

"ایمان والوں کو اللہ سے شدید محبت ہوتی ہے"۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے بندے! جو بھی گناہ لے کر آئے گا میں چاہوں گا تو سب معاف کر دوں گا لیکن میری محبت میں کسی کو شریک بنائے گا تو پھر میرا تیرا گزارہ نہیں ہو سکتا۔میں تیرا وہ گناہ معاف نہیں کر سکتا۔یہ میرا فیصلہ ہے۔

واقعی بات تو ایسی ہی ہے اللہ رب العزت قطعاً گوارہ نہیں کرتے کہ اس کا بندہ محبت کی نظر کسی غیر پر ڈال رہا ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو میرے عاشقوں سے محبت کرتے ہیں میں ان بندوں کے ساتھ محبت کرتا ہوں۔اس لئے اللہ والوں سے محبت اللہ کی محبت ملنے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔جب اللہ سے محبت ہوتی ہے تو اللہ کے نام سے بھی محبت ہو جاتی ہے۔ہم زندگی میں کسی حال میں بھی ہوں اللہ رب العزت کی محبت کا جذبہ ہم پر ہر جگہ غالب ہونا چاہیے۔ہم نبی کریم ﷺ کی سنتوں

کے مطابق زندگی گزاریں ۔ذکراللہ زیادہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے ۔یہ اصول یاد رکھنے کے قابل ہے کہ "ذکر کی کثرت سے ذات کی محبت پیدا ہو جاتی ہے"۔

لفظ اللہ اسم ذات ہے جسے اسم اعظم بھی کہتے ہیں۔اس کی برکت سے جو دعا مانگی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔آصف بن برخیا کو اسم اعظم معلوم تھا جس کی برکت سے انہوں نے ملکہ بلقیس کا تخت منگوالیا تھا۔اسی نام کی برکت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے مردہ زندہ کر لیتے تھے یعنی "قم باذن اللہ" کہہ کر اسم اعظم تو اللہ ہی ہے لیکن کسی سچی زبان سے نکلتا ہے تو پھر اس کا اثر ہوتا ہے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔"اللہ نے کسی بھی شخص کے سینے میں دو دل نہیں پیدا کئے"۔ ایسا نہیں ہے کہ دو دل ہوں کہ ایک رحمٰن کو دیدے اور دوسرا نفس یا شیطان کو دیدے بلکہ ایک ہی ہے اور ایک ہی کے لئے ہے یعنی صرف اللہ رب العزت کیلئے۔عشق و محبت کا سودا اللہ والوں سے ملتا ہے۔کہتے ہیں برف ملتی ہے برف والوں سے، کپڑا ملتا ہے کپڑے کی دوکان سے،سونا ملتا ہے سنیار سے۔لہذا اللہ بھی ملتا ہے اللہ والوں سے ان کی محبت میں وقت گزارنے سے دل کی کیفیت بدل کر خود بخود اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھر جاتی ہے۔

جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دوکان اپنی بڑھا گئے

یہ اللہ والے دوائے دل بیچتے ہیں یہ عجیب نعمت ہے ۔سبحان اللہ ۔اللہ والوں کی شان، ایک ہوتا ہے رنگ ،اور کچھ لوگ ہوتے ہیں رنگ فروش اور کچھ ہوتے ہیں رنگ ریز ،رنگ فروش رنگ بیچنے والے کو اور رنگ ریز کہتے ہیں رنگ چڑھانے والے کو۔

کتاب وسنت رنگ ہے، علماء کرام رنگ فروش ہیں اور مشائخ عظام رنگ ریز ہیں ۔ ان کی محبت میں بیٹھنے سے رنگ چڑھتا ہے اور یہ اللہ کے رنگ میں رنگ دیتے ہیں دنیا کا کوئی انسان ایسا نہیں کہ وہ یہ کہے کہ مجھے کسی سے محبت نہیں یہ ہو نہیں سکتا ۔محبت انسان کی فطرت ہے ۔ ہاں انبیاء کرام نے واضح کیا کہ لوگو! مخلوق کی محبت فانی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت باقی ہے ۔

فانی سے محبت کرو گے تو خود بھی فنا ہو جاؤ گے اور باقی سے محبت کرو گے تو خود بھی بقاء پا جاؤ گے۔ اللہ رب العزت سے محبت کرنا فرض عین ہے یہ ایمان کی بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کے دیدار کی لذت پانے کی دعا اکثر کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "مومن تو وہ لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں"۔ دل ڈر جانے سے مراد دل کا مچل اٹھنا ہے صوفیاء کرام ہی اللہ والے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ظاہر میں مخلوق کے ساتھ ہوتے ہیں اور باطن میں مخلوق سے کٹے ہوتے ہیں"۔ "صوفی عرشی ،فرشی ہوتا ہے"۔

یعنی جسم کے حساب سے فرش پر ہوتا ہے اور اپنی روح کے حساب سے عرش پر ہوتا ہے اسم اللہ وہ بابرکت نام ہے جس کا ذکر بندے کو فرش سے اٹھا کر عرش پر پہنچا دیا کرتا ہے اور اسی نام کے ساتھ اللہ کی ساری مخلوق ذکر کرتی ہے۔

حاصل تصوف:

تصوف و سلوک کے جتنے مقامات ہیں ان کا حاصل اور لب لباب اللہ رب العزت کی محبت ہے۔ حدیث قدسی میں ہے۔ فرمایا

"اے آدم علیہ السلام کے بیٹے! میں نے اشیاء کو تمہارے لئے پیدا کیا اور تمہیں میں نے اپنے لئے پیدا کیا"۔

ایک اور حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے۔

اے ابن آدم! میں تیرے ساتھ محبت کرتا ہوں تجھ پر میرا حق بنتا ہے کہ تو بھی مجھ سے محبت کرنے والا بن جائے"۔

حدیث پاک کا مفہوم ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "اس کا ایمان ہی نہیں جس کے دل میں اللہ رب العزت کی محبت نہ ہو"۔

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"اے ابن آدم! اگر تو میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی تجھے یاد کرتا ہوں اور اگر تو بھول بھی جاتا ہے پھر بھی میں تجھے یاد رکھتا ہوں"۔

دل کو سنوارنے کا نام ہی تصوف اور سلوک ہے اور ان خانقاہوں کے قیام کا بنیادی مقصد اپنے دلوں کو سنوارنا ہے۔ خانقاہ کسی عمارت کا نام نہیں ہوتا خانقاہ شخصیت کا نام ہوتا ہے۔ کوئی اللہ کا بندہ کہ جس کو کسی بنانے والے نے بنایا اور اس کے ذمہ کام لگایا وہ اس کے اندر بیٹھ کر تربیت کرتا ہے۔ یہ مشائخ اپنی طرف سے کام نہیں کرتے یہ تو نمائندہ اور وکیل بن کر کام کرتے ہیں۔ ان خانقاہوں والی یونیورسٹیوں میں ایک مضمون نہیں پوری زندگی کا مضمون سمجھایا جاتا ہے۔

دعائے مغفرت

اسلام آباد کے سینئر بھائی غلام مرتضٰی صاحب

راولپنڈی سے محمد اشرف صاحب کی اہلیہ

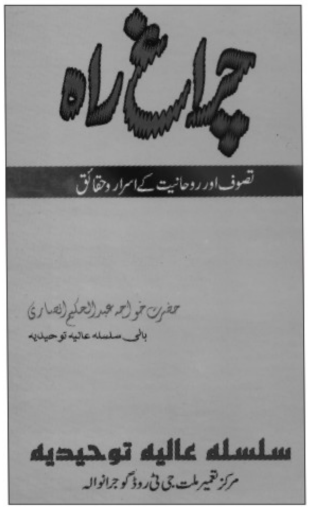
نوکھر سے حاجی عبدالغفور صاحب کے بھائی حاجی محمد ادریس

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں

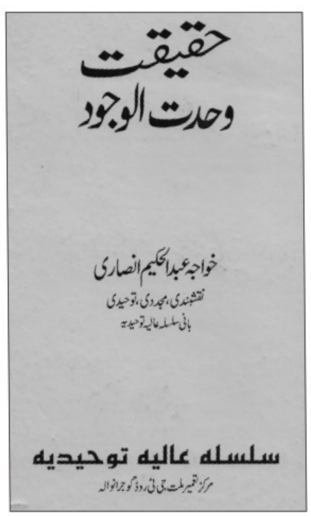
(اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَيْهِ رَاجِعونَ) اللہ تعالٰی ان کی مغفرت فرمائے۔

تمام بھائی مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

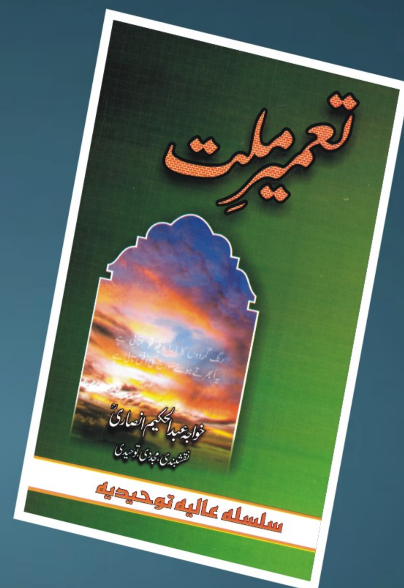


کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق و آداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com